عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

# ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۴ | ۳ تا ۹ ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۷ مئی ۲۰۲۵ء | شمارہ: ۱۷


## اساتذہ کرام کی خدمت میں چند گزارشات

## وقف ایکٹ 2025 میں ترامیم

# بھارتی مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک

## غزہ کے مظلومین اور ہماری ذمہ داریاں


Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.org

www.amtkn.com
Email: editorkn@yahoo.com

## نصابِ قربانی

س:.... قربانی واجب ہونے کے لئے کیا نصاب ہے؟ اگر کسی کے پاس پچاس ہزار روپے ہوں تو کیا اس کو قربانی کرنا پڑے گی؟ کیونکہ اتنے میں ایک حصہ لیا جاسکتا ہے اور ایک بکرا بھی خریدا جاسکتا ہے۔

ج:.... واضح رہے کہ جس عاقل، بالغ، مقیم مسلمان مرد یا عورت کی ملکیت میں قربانی کے تین دنوں میں واجب الادا اخراجات کو نکالنے کے بعد ضرورت واستعمال سے زائد اتنا مال یا کوئی ایسا سامان موجود ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر یا اس سے زائد ہو (خواہ ضرورت سے زائد مال نقدی ہو، سونا ہو یا چاندی یا پھر ضرورت سے زائد کوئی ایسی چیز یا سامان ہو کہ اس کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو) تو ایسے مرد وعورت قربانی واجب ہونے کے لئے صاحبِ نصاب ہیں اور ان پر قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں اور چاہے وہ کماتے ہوں یا نہ کماتے ہوں۔ اس لئے اگر کوئی لڑکا یا لڑکی قربانی کے لئے صاحبِ نصاب ہو اور وہ کوئی جاب وغیرہ نہ بھی کرتے ہوں تو بھی ان کے ذمہ قربانی واجب ہوگی۔ قربانی کے لئے رقم موجود نہ ہو تو قرض لے کر قربانی کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا صورت مسؤلہ میں اگر کسی کے پاس پچاس ہزار روپے ضرورت سے زائد ہوں اور وہ صاحبِ نصاب ہو تو قربانی واجب ہوگی۔ اگر وہ صاحبِ نصاب نہیں تو قربانی واجب نہیں ہوگی۔ لیکن قربانی واجب نہ ہونے کے باوجود اگر قربانی کی فضیلت وثواب کے حصول کے لئے کوئی قربانی کرے تو اسے پورا پورا اجر وثواب ملے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قربانی کے دنوں میں خون بہانے (قربانی) سے زیادہ کوئی عمل نہیں (ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے) بے شک قیامت کے دن یہ جانور اپنے اپنے سینگ، بال اور کُھر کے ساتھ آئیں گے اور خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوجاتا ہے تو خوب خوشی سے اور دل کھول کر قربانی کیا کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قربانی کے جانور کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔“

”عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ماعمل ادمى من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدم انه ليأتى يوم القيامة بقرونها واشعارها واظلافها وان الدم ليقع من الله بمكان قبل ان يقع من الارض فطيبوا بهانفسا.... ويروى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال فى الاضحية لصاحبها بكل شعرة حسنة ويروى بقرونها۔“ (جامع ترمذی، ص:۲۷۵، ج:۱، باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”واما شرائط الوجوب منها اليسار وهو مايتعلق به وجوب صدقة الفطر دون مايتعلق به وجوب الزكاة۔“ (فتاویٰ عالمگیری، ص:۲۹۲، ج:۵)

واللہ اعلم بالصواب

# ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۴۴ ۳ تا ۹ ر ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ مطابق یکم تا ۷ رمئی ۲۰۲۵ء شمارہ: ۱۷



**سرپرست**
حضرت مولانا حافظ محمد ناصرالدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

**مدیر اعلیٰ**
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

**نائب مدیر اعلیٰ**
مولانا اللہ وسایا

**مدیر**
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

**معاون مدیر**
عبداللطیف طاہر

**قانونی مشیر**
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

**سرکولیشن منیجر**
محمد انور رانا

**تزئین و آرائش:**
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان


## اس شمارے میں!


| | | |
|---|---|---|
| مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹیؒ کی رحلت | ۵ | حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ |
| بھارتی مسلمانوں سے امتیازی سلوک | ۸ | مولانا محمد برہان الدین قاسمی |
| اساتذہ کرام کی خدمت میں چند گزارشات | ۱۰ | مولانا کبیر الدین فاران مظاہری |
| غزہ کے مظلومین اور ہماری ذمہ داریاں | ۱۵ | الرسل: مولانا اسلم معاویہ |
| اکابر علماء کرام کے مواعظ و نصائح | ۱۷ | مولانا ابو عمار فیاض عثمانی |
| صحابہ کرامؓ اور مقام صحابیتؓ | ۲۲ | مولانا محمد یوسف خان ڈیروی |
| مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ | ۲۴ | مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی |
| مولانا مطیع الرحمٰن درخواستیؒ | ۲۷ | ۔ ۔ ۔ ۔ |



**بیاد**

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ



**زرتعاون**

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقی وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۷۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے



رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199



ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

# عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمہ اللہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

## قسط:۱۲۱ فصل:...۵ھ کے واقعات

۲۰:..... غزوۂ خندق میں جنگ میں شدید مصروفیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی نمازِ عصر فوت ہوگئی، اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملا، اس وقت ''نمازِ خوف'' کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فوت ہوجانے کا شدید رنج ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے حق میں بددُعا فرمائی:

''مَلَأَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا، شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ۔''

ترجمہ:..... ''اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھردیں، انہوں نے ہمیں ''صلوٰۃِ وسطیٰ'' یعنی عصر کی نماز بھی پڑھنے نہیں دی۔''

غروبِ آفتاب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اَذان اور دو اِقامت کے ساتھ عصر اور مغرب پڑھی، اور ایک قول یہ ہے کہ ان حضرات کی تین نمازیں: ظہر، عصر اور مغرب فوت ہوئی تھیں، اور عشاء کے وقت ان کو اَدا کیا گیا۔

۲۱:..... غزوۂ خندق میں کفار نے ایک مہینے تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ کئے رکھا، بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آندھی اور غیر مرئی (فرشتوں کے) لشکر بھیج کر انہیں پسپا کردیا۔

### غزوۂ خندق کا آخری دن:

۲۲:..... غزوۂ خندق کے آخری دن یہ معجزہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا قبول ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نہایت تیز آندھی اور سخت خنک ہوا بھیجی، جس سے ان کے خیمے اُکھڑ گئے، اور چولھوں پر سے ہنڈیاں اُلٹ گئیں، طنابیں ٹوٹ گئیں اور کجاوے تک ہوا میں اُڑ گئے، مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا لشکر بھیجا جو نہایت بلند آواز سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کررہے تھے، اس منظر سے کافروں کے ہوش اُڑ گئے، اوسان خطا ہوگئے اور انہوں نے لڑائی جاری رکھنے کے بجائے دُم دبا کر بھاگنے میں عافیت سمجھی، اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی برکت تھی، حق تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے: ''فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا۔'' (الاحزاب:۹)

ترجمہ:..... ''پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دِکھائی نہ دیتی تھی۔''

نیز ارشاد ہے: ''وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِھِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا، وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ۔'' (الاحزاب:۲۵)

ترجمہ:..... ''اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصے میں بھرا ہوا ہٹادیا کہ ان کی کچھ مراد بھی پوری نہ ہوئی، اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہوگیا۔'' (جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

# مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کی رحلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

قطب الارشاد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز اور دیوبند کے فاضل مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹ ضلع فیروز پور شرقی پنجاب انڈیا کے ہاں ۱۹۳۶ء کو مولانا فضل الرحمٰن پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم اور قرآن مجید حفظ کا یہاں سے آغاز ہوا۔ آپ کا ننھیال میاں چنوں میں تھا۔ تقسیم کے بعد یہاں آ گئے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم جگرانوی کے مدرسہ سے قرآن مجید حفظ مکمل کیا۔ ابتدائی کتب جامعہ خیر المدارس ملتان میں مولانا محمد صدیق جالندھری، مولانا فیض احمد صاحب سے پڑھیں۔ مولانا قاری لطف اللہ کی شہادت کے باعث مولانا محمد عبداللہ رائے پوری خیر المدارس سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال تشریف لے گئے تو مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کو بھی آپ ساہیوال ہمراہ لے گئے۔ موقوف علیہ آپ نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے کیا۔

تقسیم کے بعد آپ کے خاندان کو چک نمبر ۱۲۶ ایم بی مٹھہ ٹوانہ تحصیل خوشاب میں زمین الاٹ ہوئی۔ آپ کے والد صاحب مولانا عبداللہ دھرم کوٹی کا اسی چک میں وصال ہوا اور یہاں ہی تدفین ہوئی۔ آپ کے بھائی مولانا عبدالرحیم اس چک کے نمبردار بھی رہے۔

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی دورہ حدیث کے لئے ۱۹۵۹ء میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے ہاں (مدرسہ عربیہ اسلامیہ سابقاً) جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن حالاً کراچی میں داخل ہوئے۔ آپ کے پاس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرّہٗ کا سفارشی رقعہ بھی تھا۔ لیکن داخلہ ٹیسٹ میں اتنے نمبر مل گئے کہ رقعہ پیش کرنے کی ضرورت نہ پڑی اور آپ کو دورہ حدیث شریف میں آسانی سے داخلہ مل گیا۔

۱۹۶۰ء میں دورہ حدیث پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ یہ وفاق المدارس کے تحت مدارس کا پہلا امتحان تھا۔ تب حضرت مولانا شمس الحق افغانی وفاق کے صدر اور مولانا مفتی محمود سیکرٹری جنرل تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی کو وفاق المدارس کے پہلے سال رول نمبر (ایک) الاٹ ہوا۔ یوں آپ نے وفاق المدارس کے پہلے فاضل ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ وفاق المدارس میں آپ کی دوسری اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں آپ کی پہلی پوزیشن آئی۔

جامعہ حسینیہ سلانوالی، گول مسجد اوکاڑہ، جامعہ حقانیہ یزمان منڈی، چک نمبر ۱۰۸ ضلع بہاولپور میں بھی آپ پڑھاتے رہے۔ حضرت مولانا محمد

علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر موضع پکا نزد بستی کرانیاں اڈہ مقبول آباد نزد خانقاہ مبارک ضلع بہاول پور میں ٹیوب ویل سکیم کے تحت زمین حاصل کرنے کے لئے مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی اپنے دو بھائیوں کے ساتھ خوشاب سے یہاں منتقل ہوگئے۔ بھائیوں نے تو اپنی زرعی زمین کے قریب رہائش اختیار کی۔ لیکن آپ نے خانقاہ مبارک میں سمہ سٹہ روڈ پر مدرسہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ عظیم الشان مسجد قاسمی تعمیر کرائی۔ قرب وجوار میں کئی مساجد آپ کی تحریک وسرپرستی میں قائم ہوئیں۔

۱۹۷۸ء سے جامعہ صدیقیہ پھر جامعہ دارالعلم بہاول پور میں آپ شیخ الحدیث کے طور پر تادم آخر بخاری شریف مکمل پڑھاتے رہے۔ پچاس ساٹھ کے لگ بھگ مختلف موضوعات پر آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف ہیں۔ آپ ایک نامور نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کے مجموعہ کلام کے چند مجموعے شائع بھی ہوچکے ہیں۔ آپ تدریس کے ساتھ ساتھ اسی جامع مسجد قاسمی میں خطابت اور یومیہ درس قرآن کا فریضہ بھی سرانجام دیتے رہے۔ آخر عمر میں اپنا مکان مسجد کو وقف کرکے مسجد میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ آپ کی ہزاروں کتب پر مشتمل لائبریری تھی جو آپ نے مسجد ومدرسہ کے لئے وقف کردی تھی۔

بیعت کا تعلق شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا۔ آپ ان کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینیؒ سے آپ مجاز بیعت ہوئے۔ آپ ایک متبحر عالم دین، ماہر استاذ، شیخ الحدیث، قادرالکلام، خطیب ومناظر، نامور مصنف اور شہرۂ آفاق نعت گو شاعر تھے۔ آپ اکابر کی روایات کے حدی خواں تھے۔ ۳/اپریل ۲۰۲۵ء بروز جمعرات ۲ بجے دن بہاول پور میں اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی، اگلے روز جمعہ کو صبح آٹھ بجے جنازہ ہوا۔ دینی مذہبی وسیاسی پوری قیادت کے ساتھ علماء وصلحاء کا اتنا بڑا اجتماع تھا کہ خانقاہ مبارک کا سب سے بڑا تاریخی جنازہ ہوا۔

.................................................................................................

# مولانا سردار محمد خان لغاری کی رحلت

مولانا سردار محمد خان لغاری ۲۲/مارچ ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ، دن ایک بجے لاہور میں انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

ڈیرہ غازی خان کے بزرگ عالم دین اور مفتی مولانا خان محمد صاحب ۱۹۴۰ء میں بریلوی مکتب فکر کی مرکزی جامع مسجد کمالیہ میں تشریف لائے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ کا کمالیہ میں وصال ہوا اور آپ کا جسد خاکی ڈیرہ غازی خان لایا گیا۔

انہیں مولانا مفتی خان محمد صاحب کے ہاں کمالیہ میں ۱۹۵۴ء میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے جن کا نام محمد خان تجویز ہوا۔ انہوں نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی کے ہاں اور میٹرک ہائی سکول کمالیہ میں کیا۔ بعد میں دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے جامعہ انوار العلوم ملتان حضرت علامہ سید احمد کاظمی کے زیر سایہ پڑھنے کے لئے آگئے۔ ۱۹۷۱ء میں آپ نے یہاں سے شہادۃ العالمیہ کی سند فراغ حاصل کی۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیۃ علمائے پاکستان نے قومی اسمبلی میں سیٹیں حاصل کیں۔ اس وقت جمعیۃ علمائے پاکستان کے صدر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی اور سیکرٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی تھے۔ تب جمعیۃ علماء پاکستان میں جناب رفیق باجوہ ایڈووکیٹ، ریٹائرڈ جنرل کے ایم اظہر،

جناب انجینئر سلیم اللہ خان، جناب پیر اعجاز ہاشمی نمایاں تھے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کا لاہور میں مرکزی دفتر انٹرنیشنل ہوٹل لوئر مال کے قریب تھا۔ اس میں ان سبھی حضرات کی آمد اور گہما گہمی تھی۔ تب اسی دفتر کے انچارج ونگران جناب محمد خان لغاری تھے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک میں رفیق باجوہ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل تھے۔ بھٹو صاحب سے ایک ملاقات کے سیکنڈل میں جمعیۃ علماء قومی اتحاد سے برطرف ہوئے۔

آگے چل کر جمعیۃ علماء پاکستان بھی نیازی اور نورانی گروپ پر مشتمل تشکیل کی حامل ہوئی۔ حضرت نیازی صاحب صدر اور انجینئر سلیم اللہ سیکرٹری جنرل قرار پائے۔

ادھر جمعیۃ علماء پاکستان کے صدر حضرت نورانی میاں، سیکرٹری جنرل جناب پیر اعجاز ہاشمی اور ایڈیشنل سیکریٹری جناب محمد خان لغاری رہے۔ جناب مولانا محمد خان لغاری کو کریڈٹ جاتا ہے کہ پھر وہ لاہور کے ہوکر رہ گئے۔ لوئر مال سے مدینہ مسجد بتی چوک لاہور میں دفتر منتقل ہوا تو آپ یہاں آگئے۔

جناب محمد خان لغاری اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے۔ عمر بھر تمام مکاتب فکر کے ساتھ مل کر قومی تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ جناب پیر محفوظ احمد مشہدی سے آپ کے برادرانہ جماعتی و مسلکی تعلقات تھے۔

مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں جمعیۃ علماء پاکستان کے نمائندہ کے طور پر کچھ عرصہ سیکریٹری جنرل بھی رہے۔ ڈیرہ غازی خان، کوٹ قیصرانی کے ایک تمن دار قادیانی کی مسجد میں تدفین کے خلاف تحریک میں مولانا صوفی اللہ وسایا مرحوم مجاہد تحریک ختم نبوت کے ساتھ شانہ بشانہ رہے۔ قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔ پھر آخر کار حق تعالیٰ نے فتح سے ہمکنار فرمایا۔ آپ نے متعدد بار برطانیہ کے تبلیغی اسفار کئے اور دو بچوں کو برطانیہ بھی بھجوایا۔

آج کل وہ صوبائی امن کمیٹی کے ممبر تھے۔ بادشاہی مسجد کے خطیب اور رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین حضرت مولانا عبدالخبیر آزاد کے ساتھ آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ پنجاب کے ہر ضلع میں امن کمیٹی کے سرکاری اجلاسوں میں آپ دونوں ایک ساتھ شرکت کرتے۔ اب مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے بھی ممبر بنائے گئے۔ ایک آدھ اجلاس میں شرکت بھی ہوئی اور یوں ۲۱ رمضان المبارک یوم شہادت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا کے موقع پر آپ نے لاہور میں وصال فرمایا۔ اسی دن آپ کا جنازہ ڈیرہ غازی خان لایا گیا۔ آپ کے دو صاحبزادے اپنی فیملی سمیت برطانیہ میں رہتے ہیں۔ اس لئے دوسرے دن مغرب کے بعد آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔ ڈیرہ غازی خان کے ایک صوفی منش بزرگ صوفی بلال نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور سخی سرور روڈ ڈیرہ غازی خان کے قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کر دیئے گئے۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

## وقف ایکٹ 2025ء میں ترامیم

# بھارتی مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک

مولانا محمد برہان الدین قاسمی

وقف ایکٹ 1995ء میں حالیہ ترامیم جو اب ''وقف (ترمیمی) ایکٹ 2025ء'' کہلاتا ہے۔ ہندوستان کے آئینی اور اسلامی تناظر میں سنگین تشویش کا باعث ہیں۔ ان میں کئی دفعات نہ صرف غیر منطقی اور من مانی ہیں بلکہ آئین ہند کے آرٹیکل 14، 15، 25، 26 اور 29 کے تحت شہریوں کو حاصل بنیادی حقوق کی براہِ راست خلاف ورزی ہیں۔ ان ترامیم کا مقصد وقف اداروں میں شفافیت اور بہتر نظم و نسق کو فروغ دینا نہیں بلکہ مسلمانوں کے اپنے مذہبی امور میں آزادی کو کمزور کرنا ہے، جو کہ ایک خطرناک نظیر قائم کرتا ہے۔

ایک نہایت قابل اعتراض ترمیم یہ ہے کہ اب کوئی شخص اُس وقت تک وقف نہیں کر سکتا جب تک وہ ''کم از کم پانچ سال سے عملی مسلمان'' نہ ہو۔ یہ شرط شریعتِ اسلامی کی روشنی میں بالکل بے بنیاد اور آئین کے آرٹیکل 25 اور 26 کی بھی خلاف ورزی ہے، جو ہر فرد کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور مذہبی ادارے قائم و چلانے کی آزادی دیتا ہے۔ اسلام میں وقف ایک عبادت اور صدقہ جاریہ کا عمل ہے، جس کے لیے شریعت میں پانچ سال کی کوئی شرط نہیں۔ یہ ترمیم بالخصوص نئے ایمان لانے والوں کو ان کے مذہبی حقوق سے محروم کرتی ہے اور آئین کے آرٹیکل 14 (قانون کی نظر میں مساوات) اور 15 (مذہب کی بنیاد پر امتیاز کی ممانعت) کی بھی صریح خلاف ورزی ہے۔

ایک اور غیر آئینی ترمیم یہ ہے کہ اب غیر مسلموں کو صوبائی وقف بورڈز اور سینٹرل وقف کونسل میں لازمی طور پر شامل کیا جانا ہے، جو اقلیتوں کو دیے گئے آئینی حقوق بی آرٹیکل 26 اور 29 کی خلاف ورزی ہے۔ ان دفعات کے تحت اقلیتوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہبی و رفاہی ادارے، بغیر کسی حکومتی مداخلت کے خود قائم و منظم کر سکتے ہیں۔ اگر ہندو اپنے مندر اور اس سے جڑی جائیدادوں کو خود سنبھالتے ہیں، عیسائی اپنے چرچ اور سکھ اپنے گردوارے، تو مسلمانوں کو یہ آزادی کیوں نہیں دی جا رہی؟ یہ ترمیم خاص طور پر مسلمانوں کو نشانہ بناتی ہے، جس سے قانون اور نظم و نسق میں دوہرا معیار پیدا ہوتا ہے، جو کہ آئین ہند کے مقدمہ میں درج ہندوستان کی سیکولر روح کے منافی ہے۔

اس کے علاوہ یہ ایکٹ ضلع کلکٹرز اور دیگر سرکاری افسران کو حد سے زیادہ اختیارات دیتا ہے کہ وہ وقف جائیدادوں کی شناخت، جانچ اور حتیٰ کہ انہیں منسوخ تک کر سکتے ہیں۔ یہ حکومت کی زیادتیوں، زمین ہتھیانے اور وقف جائیدادوں پر قبضے کو قانونی شکل دینے کی راہ ہموار کرتا ہے۔ ایسے اقدامات اقلیتوں کی مذہبی آزادی کو پامال کرتے ہیں اور اُن صدیوں پرانے اداروں کو کمزور کرتے ہیں جو یتیموں، غریبوں، تعلیم اور مذہبی ضروریات کے لیے وقف کیے گئے تھے۔

''وقف بذریعہ استعمال'' (Waqf by User) کے تصور کو ختم کرنا بھی ایک تشویشناک قدم ہے، جو اُن جائیدادوں پر مسلمانوں کے عمل دخل کو کمزور کرتا ہے جو نسلوں سے عوامی خدمت میں استعمال ہو رہی ہیں۔

ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ ''عملی مسلمان'' ہونے کا تعین کون کرے گا؟ کیا اب حکومت شرعی مسائل کی تشریح کرے گی اور کیا حکومت نے مسلمانوں کے دینداری کو ناپنے کا کوئی پیمانہ ایجاد کیا ہے؟ یہ تصور اسلامی اعتبار سے بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ اسلام میں کوئی درجہ بندی یا طبقاتی نظام نہیں ہے جو کسی کو اچھا یا برا مسلمان قرار دے۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو یہ جانتا کہ کون انسان اپنے عمل میں کیسا ہے۔ یہ ترمیم بھی آرٹیکل 25 کی خلاف ورزی ہے، جو ضمیر کی آزادی اور انفرادی و اجتماعی طور پر مذہب پر عمل کرنے کا حق دیتا ہے۔

وقف (ترمیمی) ایکٹ 2025ء میں

شامل متعدد دفعات نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں بلکہ آئینی اصولوں سے بھی متصادم ہیں۔ یہ مسلمانوں کے مذہبی آزادی کو محدود کرتے ہیں، اُن کے ساتھ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں اور حکومت کو وقف جائیدادوں پر قانونی قبضہ کا راستہ فراہم کرتے ہیں۔

یہ ترامیم نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہر اُس شہری کو مسترد کرنی چاہیے جو جمہوریت، سیکولرازم اور آئینی اقدار پر یقین رکھتا ہے۔ یہ بنیادی حقوق، قانون کی مساوات اور اقلیتوں کے حقوق جو کہ آئین ہند کی بنیاد کی بھی خلاف ورزی ہے۔ قابل قدر سپریم کورٹ کو اس ترمیمی قانون کا ازخود نوٹس لینا چاہیے تھا، تاہم چونکہ اس سلسلے میں مقدمات داخل ہو چکے ہیں، اس لیے توقع ہے کہ عدالت عظمیٰ آئین کی روح اور عدل وانصاف کی بنیاد پر فیصلہ دے گی۔

☆☆ ............... ☆☆

---

# علماء کرام پر اعتراض

افادات:...حضرت مولانا سیّدزوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آج کل بعض حضرات کا یہ ذہن بن گیا ہے کہ قرآن فہمی اور تدبر فی القرآن واحادیث سے احکام استنباط کرنے کی اجارہ داری علماء کرام ہی کو کیوں حاصل ہے؟ حالانکہ ہم نے بھی عربی، فارسی، انگریزی ادب وسائنس، ریاضی، جغرافیہ، قانون وغیرہ علوم حاصل کیے ہیں۔ ہمیں بھی قرآن میں تدبر وتفکر کر کے احکام اخذ کرنے کا اتنا ہی حق ہے، جتنا کہ مذہبی تعلیم کو مستند اساتذہ سے حاصل کرنے والے علماء کو ہے۔

لیکن ان حضرات کی یہ بات عقلاً بھی ٹھیک نہیں، کیونکہ ہر فن کے ماہر لوگ، الگ الگ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا شخص، جس نے میڈیکل کالج کی شکل تک نہ دیکھی ہو، یہ اعتراض کرنے لگے کہ ملک میں علاج ومعالجہ پر سند یافتہ ڈاکٹروں کی اجارہ داری کیوں؟ مجھے بھی بہ حیثیت انسان یہ حق ملنا چاہیے، یا کوئی غیر انجینئر شخص یہ کہنے لگے کہ ملک میں نہریں، پُل اور بند وغیرہ تعمیر کرنے کے لیے ماہر انجینئروں کو کیوں مقرر کیا جاتا ہے؟ میں بھی ایک شہری کی حیثیت سے اس خدمت کو انجام دینے کا حقدار ہوں یا قانونِ عدالت سے ناواقف شخص، ماہرینِ قانون کی اجارہ داری پر اعتراض کرے اور اپنا حق جتائے تو ایسے شخص کو جواب میں یہی کہا جائے گا کہ بے شک ایک شہری کی حیثیت سے آپ کو بھی ان تمام کاموں کا حق حاصل ہے، لیکن ان کاموں کی اہلیت پیدا کرنے کے لیے سالہا سال محنت اور دیدہ ریزی کرنی پڑتی ہے اور ماہر استادوں سے ان علوم وفنون کو سیکھنا پڑتا ہے اور سندیں اور ڈگریاں حاصل کرنی پڑتی ہیں۔ پہلے آپ یہ زحمت اٹھائیے، پھر بیشک آپ ان خدمات کے انجام دینے کا حق جتا سکتے ہیں۔ لیکن اگر یہی بات، قرآن واحادیث کے بارے میں کہی جائے تو اس پر علماء کرام کی اجارہ داری کا طعنہ دیا جاتا ہے۔

ان حضرات کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے۔ تدبر فی القرآن کے درجات مختلف ہیں اور ہر درجے کا حکم علیحدہ ہے۔ مجتہدانہ تدبر جس کے ذریعہ قرآن حکیم سے مسائل کا استخراج کیا جاتا ہے، اس کے لیے اجتہاد کی مبادیات واصول کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ مسائل کا صحیح استخراج کر سکے، اگر ایسا نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ وہ مسائل کا غلط استنباط کرے گا اور علمائے حق اس پر نکیر کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ قرآن مجید کی مثال، ایک بحر ناپیدا کنار سے دی جاسکتی ہے۔ سمندر میں ہر قسم کا آدمی غوطہ لگا سکتا ہے، لیکن ہر شخص اپنی بساط کے مطابق اس سے فوائد حاصل کرتا ہے، جو لوگ سمندر کی اوپر کی سطح کے قریب رہتے ہیں، وہ اس سے زیادہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے کہ اپنے بدن کو تر کر لیں۔ جو شخص سمندر کی گہرائی میں جاتا ہے، وہ اس میں سے قیمتی موتی حاصل کرتا ہے اور جو شخص جس قدر زیادہ گہرائی میں جاتا ہے اور غوطہ خوری اور سمندر سے موتی وغیرہ فوائد حاصل کرنے کے ساز و سامان سے آراستہ ہوتا ہے، وہ اسی قدر قیمتی موتی اور دوسرے فوائد حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص قرآن فہمی کے ساز وسامان سے جس قدر آراستہ ہوگا، وہ اسی قدر اس کے فوائد سے بہرہ ور ہو سکے گا۔

(افکارِ زواریہ، ص:۱۰۷، ۱۰۸۔ انتخاب: طارق علی عباسی)

## اساتذۂ کرام کی خدمت میں

# چند گزارشات

مولانا کبیر الدین فاران مظاہری

ایک طویل رخصت غیر محسنہ کے بعد طلبہ علوم اسلامیہ مدارس کی طرف داخلہ کے لئے رجوع کر رہے ہیں۔ ایک کامیاب درسگاہ کے لئے اساتذۂ کرام کی خدمت میں چند گزارشات پیش کی جا رہی ہیں امید ہے کہ اسے اپنا کر ملت کے نونہالوں کی تابناکی کی راہ ہموار کرنے کی سعی کی جائے گی۔ (مرتب)

اللہ تعالیٰ نے علماء کو نیابتِ رسول ﷺ کے اہم منصب سے سرفراز فرمایا ہے، اس لئے تعلیم و تعلم، تزکیہ نفوس، متعلقہ افراد کی ذہن سازی وراثت نبوی کی حقیقی ترجمانی اور کارِ نبوت کے کارناموں کی رہبری ہمارا فرضِ منصبی ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام اور اپنی دعوت کے ذریعے سے جس فرد کو تیار کر کے کارگاہِ حیات میں اتارا تھا، وہ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا، نیک خوئی پسند کرنے والا، اللہ کے خوف سے ڈرنے والا اور لرزنے والا، امانت کا پاس رکھنے والا، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادہ کو حقیر سمجھنے والا اور روحانیت سے مادیت پر غالب آنے والا تھا وہ اس بات پر دل سے یقین رکھتا تھا کہ دنیا تو میرے لیے بنائی گئی ہے، لیکن میں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہوں، پس یہ فرد اگر تجارت کے میدان میں اترتا تو نہایت سچا اور ایماندار ثابت ہوتا، اگر مزدوری کا پیشہ اختیار کرتا تو نہایت محنتی اور بہی خواہ مزدور ثابت ہوتا، اگر مال دار ہو جاتا تو ایک رحم دل فیاض دولت مند ثابت ہوتا، اگر غریب ہوتا تو شرافت کو قائم رکھتے ہوئے مصیبتوں کو جھیلتا، اگر کرسیٔ عدالت پر بٹھا دیا جاتا تو نہایت سمجھدار اور منصف جج ثابت ہوتا، اگر آقا ہوتا تو رحم دل اور منکسر المزاج ہوتا، اگر نوکر ہوتا تو نہایت چست اور فرماں بردار نوکر ہوتا، اگر قوم کا مال و دولت اس کی تحویل میں آ جاتا تو حیرت انگیز بیداری اور باخبری سے اس کی نگرانی کرتا۔“

دراصل اساتذہ ہی کی وہ جماعت ہے جس کے پاس فہم و احساس بھی ہے، دور بینی و حقیقت شناسی بھی ہے اور وسائل و ذرائع بھی، وہ جماعت ہے جس کی ذہانت اور جذبۂ خدمت نے کبھی کسی منزل پر قیام اور کسی لکیر کا فقیر بننا گوارا نہیں کیا، ان کی نگاہ زندگی کے بدلتے تیوروں سے کبھی نہیں ہٹی، انہوں نے اسلام کی خدمت کے لیے جس زمانہ میں، جس چیز جس طرز اور جس اسلوب کی ضرورت سمجھی بلا تکلف اختیار کر لیا۔ آج زمانے اور درس گاہ کو ایسے رجالِ کار اور مخلص اساتذہ کا شدت سے انتظار ہے!

حضرات گرامی! امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل میں نقل کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد مکرم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضرت نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیا رویہ تھا؟ تو فرمایا ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہشاش بشاش اور تر و تازہ رہتے، اچھے اخلاق سے پیش آتے، مزاج میں نرمی تھی سخت طبع نہ تھے اور نہ سخت اکھڑی باتیں کہتے، نہ بلند آواز میں باتیں کہتے، نہ بری باتیں کہتے، نہ کسی کی عیب جوئی کرتے، نہ کسی کی بے جا مدح کرتے، جو چیزیں پسند نہ ہوتیں انہیں نظر انداز کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امید لگانے والے مایوس نہیں ہوتے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے مایوس ہونے دیتے تھے۔“ اس لئے ایک استاذ کے لئے ضروری ہے کہ وہ شاگردوں پر شفیق و مہربان ہو، ان سے ہمدردی رکھتا ہو اور ان کی بے اعتدالیوں کو درگزر کرنا جانتا ہو۔

محترم اساتذۂ کرام! جب آپ درسگاہ میں داخل ہوں تو سلام و تحیہ کے بعد ہر بچہ کے چہرہ پر نظر ڈالیں کہ اس وقت اس کی ذہنیت کیا ہے اور وہ کس موڈ میں ہے؟ استاذ بچوں کی دقتوں اور الجھنوں کو از خود سمجھنے کی کوشش کرے کہ بسا اوقات والدین کی جدائی، حالات کی ابتری، کبھی ذہنی کمزوری، بسا اوقات سبق یاد نہ

ہونے کے سبب بچہ پریشان اور خائف ہوتا ہے۔ایسے موقع پر استاذ کو چاہئے کہ درسگاہ کے ماحول کو پُرسکون بنائے دلجوئی، حوصلہ افزائی اور مسکراہٹ سے بچوں کی ہمت بڑھائے۔

اسی طرح درسگاہ پر استاذ کا مکمل کنٹرول ہو، خاموشی اور مکمل توجہ کی تصویر ہو، دماغ یکجا ہو منتشر نہ ہو۔تعلیم کی اہمیت اور فضیلت اس طرح بتائی جائے کہ یہ شاگرد کے ذہن میں گھل اور رچ بس جائے۔

جو مضمون استاذ پڑھا رہے ہوں ضروری نہیں کہ ہر بچہ سمجھ جائے اس لئے پہلے سمجھدار بچہ سے دیئے سبق کو دوہرائے، اس سے کم فہم بچہ کی توجہ اپنے سبق کی طرف خود بخود مائل ہوگی۔اسی طرح استاذ اپنے شاگرد کو سبق یاد کرنے کا سہل طریقۂ مطالعہ کے لئے کتابوں اور مراجع کا انتخاب آئندہ سبق کی تیاری کی رہنمائی کرے، یادداشت میں اضافہ کا حکماء، اطباء اور صلحاء سے کمزوری کے اسباب اور قوت یادداشت میں اضافہ کا حکیمی نسخہ بھی حسن تدبیر سے بتائے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ’’میرا خیال یہ ہے کہ گناہ کی وجہ سے عالم کے ذہن سے علمی باتوں کو بھلادیا جاتا ہے۔‘‘ یعنی گناہ علم کے بھول جانے کا سبب بنتا ہے اور تجربہ سے یہ بات بالکل مشاہد ہے۔

امیرالمؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ سے پوچھا گیا کہ قوت حافظہ تیز ہونے کے لئے کیا تدبیر اپنائی جائے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کتابوں کا مطالعہ مسلسل جاری رکھا جائے اس سے حافظہ مضبوط ہوگا۔

حضرات علماء کرام! ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کو علم دینے کی بجائے ان میں علم حاصل کرنے کی جستجو اور ذوق پیدا کیا جائے۔ماہر نفسیات خلیل جبران کے مطابق اچھا استاذ وہ نہیں جو اپنی ذہانت کو طلبہ میں تقسیم کرتا پھرے بلکہ ہر طالب علم کو خود اس کے اپنے ہی ذہن کی دہلیز پر لا کھڑا کرے تاکہ وہ جان سکے کہ اس کے اپنے ذہن میں کیا ہے۔

مربیان محترم! بچوں کو مارنے سے حتی الامکان گریز کیا جائے کہ بعض بچے اس قدر حساس ہوتے ہیں کہ پٹائی کی وجہ سے ذہنی امراض اور دماغی خلجان میں مبتلا ہوکر ترک تعلیم اور کبھی تاب نہ لاکر لاپتہ ہوجانے کی راہ اختیار کرتے ہیں، اس لئے کامیاب استاذ کی پہچان ہے کہ وہ مار نہیں .. پیار کا کامیاب ترین نسخہ استعمال کرتا ہے۔

غصہ اور طیش میں آکر کبھی بچوں کو سزا نہ دے، کیونکہ کوئی غصہ میں بھرا ہوا حکیم مریض کے مرض کو ختم نہیں کرسکتا، غصہ میں دل قابو میں نہیں رہتا، جب استاذ کا دل ہی قابو میں نہیں تو وہ شاگرد کو کیسے اپنے قابو میں لاسکتا ہے اس میں تو اور خرابی کا اندیشہ ہے۔

یاد رکھئے! چھوٹے بچوں کے دل میں رعب اور خوف کا سمانا ایسا ہی برا ہے کہ جیسا نرم و نازک پودے پر بادِ صرصر کا تند جھونکا یا پھولوں پر لوکا چلنا۔

طالب علم کے ساتھ بد اخلاقی کے ساتھ پیش آنے کی وجہ سے اگرچہ عارضی طور پر فائدہ ہوجائے گا لیکن مستقلاً یہ باعث فتنہ ہے اور اس سے فائدہ کے بجائے الٹا نقصان کا اندیشہ ہے جو استاذ اخلاقی برائیوں کو حسن خلق کے ذریعے رفع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا وہ کامل استاذ کہلانے کا مستحق نہیں۔

بزرگوں کا ارشاد ہے ماں، باپ ذریعہ بنتے ہیں اولاد کو عرش سے فرش پر لانے کا اور اساتذہ تربیت کرکے ان بچوں کو (باعتبار روحانی ترقی کے) فرش سے عرش تک پہنچانے کا اہم وسیلہ، مستقبل کا معمار اور رہنما بنانے نیز ان کے اخلاق واطوار کے سنوارنے کے ضامن ہوتے ہیں۔

اساتذۂ کرام! استاذ ہونا ایک خیر اور فضل عام کی علامت ہے استاذ کا معلم خیر ہونا ان کے لیے باعث خیر ہے۔اساتذہ کرام شریعت حقہ اور سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پابند ہوں گے تو ان کے زیر اثر ایک بڑی امت، طالبان علوم نبوت اور داعی بن کر ابھریں گے۔اس لئے عام طور پر عصری درسگاہوں اور بڑے بڑے کاروباری اداروں میں خدمت انجام دینے والا خواہ کتنا ہی پڑھا لکھا ہو اسے کام کی تربیت اور ٹریننگ لینا ضروری ہوتا ہے جبکہ دینی اداروں اور درسگاہوں میں اس کی کہیں اور زیادہ ضرورت ہے نہ جانے اب تک یہ شعبہ کیوں ہماری نظروں سے اوجھل اور بے توجہی کا شکار ہے۔

درست ہے کہ علم پر مہارت اور دسترس ہونا الگ بات ہے اور اس علم کو دوسروں تک پہنچانے کا ہنر علیحدہ فن ہے جو کسی ماہر تعلیم اور تجربہ کار کی رہبری کے بغیر ممکن نہیں۔تربیت تعلیم کا وہ بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر تعلیم و تعلم کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔اس لئے استاذ کے لیے لازم ہے کہ وہ مدرس بننے سے قبل تدریس کے تقاضے، طلبہ کی نفسیات کا ہنر اور طریقۂ تعلیم کی ٹریننگ حاصل کرلے تاکہ تعلیم و تربیت کے بہتر

نتائج حاصل ہوں۔

حضرت مولانا عباد اللہ ندوی صاحب نے لکھا ہے کہ ’’جس مضمون کی تدریس اس کے حوالہ کی جارہی ہے، وہ واقعی اس مضمون میں عبور رکھتا ہو اور اپنے اخلاق وعادات کے اعتبار سے بھی انگشت نمائی سے محفوظ ہو پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مضمون پر مناسب محنت کرتا ہو اور اس کے مطالعہ وتحقیق میں ارتقاء اور تسلسل ہو کہ اس کے بغیر وہ اپنے طلبہ کو کما حقہ فیضیاب نہیں کرسکتا۔‘‘

استاذ محترم! طلبہ کی تربیت کے سلسلے میں حضرات سلف صالحینؒ کے واقعات اور ان کے زمانہ طالب علمی کے حالات سنانا بے حد مفید ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ طلبہ کی ہر قسم کی حالت درست کرنے میں یہ طریقہ بہت مؤثر ہے۔

کتاب المدرس میں لکھا ہے کہ دوران سبق خواہ کسی بھی فن کی کتاب ہو طالب علم کے لئے اصلاح کی بات ضرور کیا کریں۔

حضرت امام ابن طاہر رحمۃ اللہ علیہ جب فن حدیث کی تحصیل کے لئے اپنے استاذ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ شیخ خود ہی اپنا سب کام کرتے ہیں، بازار سے سامان لاد کر لاتے ہیں۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک دکان سے سامان لیا اور دامن میں سب چیزیں لے کر آئے اور میرے اصرار پر بھی نہ دیا، اس وقت ان کی عمر ۹۷ برس تھی۔

ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ (واضع فن نحو) کے حالات میں ہے کہ آخر عمر میں ان پر فالج گرا اور اس کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں ماؤف ہو گئے تھے۔ اس معذوری کی حالت میں بھی پاؤں سے گھسٹتے ہوئے بازار جاتے اور اپنا کام کرلاتے حالانکہ ان کے ہزاروں شاگرد تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں درس دیتے تھے اور اس وقت آپ کا درس نہایت مقبول تھا اسی دور میں درس سے فارغ ہوکر خود اپنے ہاتھوں سے والد محترم اور بھائیوں کے ساتھ اپنے گھر کی تعمیر کا کام بھی انجام دیتے تھے، حالانکہ اگر آپ ذرا سا اشارہ بھی کردیتے تو آپ کے سب شاگرد سعادت سمجھ کر اس خدمت کو انجام دیتے مگر آپ نے اس کو گوارا نہ فرمایا اور خود اپنی ضرورت پوری فرمائی۔

استاذ کو چاہئے کہ شاگردوں کو عاداتِ بد سے جہاں تک ہوسکے کنایہ اور پیار کی راہ سے منع کرے، تصریح اور توبیخ کے ساتھ نہ جھڑکے اس لئے کہ تصریح ہیبت کا حجاب دور کردیتی ہے اور خلاف کرنے پر جرأت کا باعث اور اصرار حریص ہونے کا موجب ہوتا ہے۔

چنانچہ آنحضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو استاذوں کے استاذ ہیں ارشاد فرماتے ہیں: اگر آدمیوں کو مینگنیاں جمع کرنے سے منع کر دیا جائے تو ضرور جمع کریں گے اور خیال کریں گے کہ ہم کو جو اس سے منع کیا گیا ہے تو ضرور اس میں کوئی بات ہے یہ انسانی فطرت ہے جیسا کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا قصہ اس پر شاہد ہے۔ تعلیم سے زیادہ تادیب کا خیال رکھے کہ خام بنیاد پر عمارت کبھی کھڑی نہیں ہوسکتی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک حضرت امام مالکؒ کی خدمت کی، ان میں اٹھارہ سال آداب واخلاق کی تعلیم میں خرچ ہوئے اور صرف دو سال علم کی تحصیل میں۔

اساتذۂ کرام! شاگرد کی سعادت تو اسی میں ہے کہ اپنے استاذ کی خدمت میں کوتاہی نہ برتے لیکن خود استاذ کو اس سلسلہ میں بہت احتیاط کرنی چاہئے بغیر کسی مجبوری کے اپنا ذاتی کام اس سے نہ لے اور اگر بصد مجبوری کبھی کوئی خدمت لے تو کسی طرح اس کی مکافات کردے خدمت کے باب میں بدنی خدمت سے بالکلیہ اجتناب کرے کہ یہ روح وجسم کو لاغر وناتواں کرنے کا نہایت مکروہ طریقہ ہے جو جسمانی اور روحانی امراض کو متعدی کرنے کا ذریعہ بھی ہے نیز اس کا لحاظ رکھے کہ اس قسم کا کام اس سے نہ لے جس کی وہ سہار نہ کرسکے یا اس میں اس کے سبق یا تکرار وغیرہ کا نقصان ہوتا ہو، اس لئے کہ جس مقصد کے لئے اس نے وطن چھوڑا ہے جب اس میں حرج واقع ہوگا تو بددلی پیدا ہوگی اور اخلاص کے ساتھ وہ ہرگز کام نہ کرے گا۔

تاریخِ انسانی کے عظیم اور اول استاذ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے خود کو معلم فرمایا آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت کو اس قدر اہمیت دی کہ اس سلسلے کی ادنیٰ کوتاہی کو بھی قابل مواخذہ قرار دیا۔

حضرات اساتذہ! استاذ کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ استاذ اچھے اخلاق پیش کرے، کیونکہ استاذ جس قدر حسن اخلاق کے ساتھ شاگرد کے ساتھ پیش آئے گا شاگرد پر اس کی باتوں کا اسی قدر اثر ہوگا۔

واقعہ ہے کہ چراغ جس طرح جلائے بغیر

روشنی نہیں دیتا علم بھی بغیر عمل کے فائدہ نہیں پہنچاتا۔ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عارف باللہ حضرت مولانا وقاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ یہ ہمارے اکابر کے معتمد اور اسلاف کے نمونہ رہے ہیں ان کے چند ملفوظات اور کارآمد فقرے نقل کئے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی اور دوسروں تک یہ پیغام پہنچانے کی سعادت بخشے (آمین)۔

حضرت شاہ مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئیؒ کا فرمان ہے کہ وہ باتیں جن سے عامۃ المسلمین دینی خدام (عالم، مدرس، مبلغ، واعظ، مصلح) سے جلد بیزار ہوجاتے ہیں (۱) نماز کی پابندی نہ کرنا، (۲) نماز کے رکوع وسجود کو اطمینان سے ادا نہ کرنا، (۳) بلاعذر شرعی غیر مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا، (۴) تراویح میں اجرت لینا، (۵) شرعی داڑھی نہ رکھنا، (۶) ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا لنگی رکھنا، (۷) غیبت اور بے جا غصہ کرنا، (۸) طمع و لالچ کا اظہار کرنا، (۹) اپنی غلطی تسلیم نہ کرنا، (۱۰) حق بات کو نہ ماننا، (۱۱) مشورہ نہ ماننے پر ناراض ہو جانا، (۱۲) حسد کرنا، (۱۳) طلبہ کو خلوت میں آنے سے سختی سے روکنا اور ان سے خدمت لینے میں سخت احتیاط لازم ہے، (۱۴) طلبہ کی تادیب ضربی سے حتی الوسع احتیاط کرنا (۱۵) صفائی و ستھرائی کا معائنہ بلا اطلاع کرنا۔

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا ارشاد ہے کہ:

"(۱) اساتذہ کے لئے باپ جیسا شفیق، حلیم الطبع، بردبار اور مہر ومحبت کا مجسمہ ہونا لابدی اور بنیادی چیز ہے۔ (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کرنا، اساتذہ کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے، تاکہ شاگردان کے رنگ میں رنگ جائیں اور امت ان کی اقتدا کرے۔ (۳) اساتذہ کے لئے شاگرد کی خیر خواہی بھی ضروری ہے تعلیم و تربیت کے ساتھ ان کا ہر قسم کا تعاون اور ان کی ضروریات کا خیال کرنا بھی ضروری ہے۔ (۴) شاگرد کے اوقات کا لحاظ بھی ضروری ہے، ان کے اوقات آپ کے پاس امانت ہیں، اس کا خیال رہے کہ ان کا کوئی وقت لایعنی کاموں میں ضائع نہ ہو۔ (۵) شاگردوں سے اپنی ذاتی خدمت نہ لی جائے، خصوصاً بدنی خدمت لینے سے احتراز کیا جائے، اپنا کام خود کریں، ورنہ یہ احسان جتلانے میں داخل ہوسکتا ہے، اس کی ممانعت "لاتبطلوا صدقاتکم" میں منصوص ہے۔ (۶) شاگردوں کے لئے علم وعمل کی دعائیں کرتے رہنا بھی خیر خواہی میں داخل ہے۔"

حضرات علماء و مربیان کرام! تعلیم و تربیت کے کلیدی ابواب پیش خدمت ہیں امید کہ ان کو اپنا کر درسگاہوں میں عمدہ تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

**بچہ کی مرکزیت:**

پوری تعلیم میں پیش نظر بچہ رہے اگر استاذ اپنی قابلیت کے اظہار میں بچے کی سطح سے اونچی بات کرے گا تو بچے کے ذہن میں کچھ بھی نہ آسکے گا۔ ایک حکیم کا مقولہ ہے بچہ کی آنکھ کھولنے کی کوشش کرو، اس کی کوشش مت کرو کہ بچہ حیرت سے منہ کھولے۔ مدرس اگر بچہ کی علمی سطح کی رعایت کے بغیر سبق میں اپنی قابلیت کا مظاہرہ کرتا رہے گا تو بچہ بس منہ کھولے مدرس کو تکتا رہے گا اور اس کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لہٰذا استاذ کی گفتگو بچے کی رعایت سے ہونی چاہئے تاکہ بچہ اسے سمجھ کر فائدہ اٹھائے اور استاذ درسگاہ کی تھکان اور تعب دور کرنے کے لئے بچوں کو خوشدلی اور مسکراہٹ کے ساتھ رخصت کرے۔

**امداد باہمی:**

ہمارا مقصد بچے کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہے اور یہ جب ہی حاصل ہوگا جب ہمارے اسباق کا مضمون بچہ پوری طرح جذب کر رہا ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب درس میں ان تین چیزوں کا باہمی خیال ہو یعنی بچہ کی صلاحیت کی سطح، اس کے لحاظ سے سبق کا انتخاب اور اسی کے لحاظ سے مدرسین کے پڑھانے کا طریقہ۔ یہ استاذ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس طرح پڑھائے کہ درس میں تینوں چیزیں مدنظر ہوں۔

**تدریجی ترقی:**

تدریس میں تدریجی ترقی کا لحاظ ضروری ہے اگر آپ بچہ پر یکبارگی اتنا بوجھ ڈال دیں گے جس کا وہ متحمل نہ ہو تو آپ کی محنت رائیگاں ہو جائے گی، بچہ اکتا جائے گا جس سے اس کی ذہن کی ترقی رک جائے گی اور یہ قوم وملت کا بڑا نقصان ہوگا۔

**ہمدردانہ رویہ:**

پڑھاتے وقت طلبہ کے حق میں استاذ کا ہمدردانہ رویہ ہونا چاہئے استاذ کی زبان یا اس کا برتاؤ ایسا نہ ہو کہ کوئی طالب علم سمجھے کہ استاذ مجھ سے شفقت ومحبت نہیں رکھتے۔

**رہنمائی اور مشورہ:**

استاذ کو چاہئے کہ طالب علم کو سبق کے سلسلے

میں کسی کام کا براہ راست حکم نہ دے بلکہ جو کام لینا چاہے وہ تدبیروں سے اس کی اہمیت بتا کر اس کی طلب پیدا کرے، پھر خود مشورہ دے اور رہنمائی کرے اس سے طلبہ میں خود اعتمادی پیدا ہوگی۔

**ترغیب:**

ڈرا دینے سے زیادہ شوق دلانا ہمیشہ زیادہ مفید رہا ہے طلبہ سے جو کام لینا ہو اس کی ترغیب دیجئے اور شوق پیدا کرائیے۔ علم کے سمندر میں تیرنے والے بچوں کو کشتی مت بنائیے کہ وہ آپ کے دھکیلنے سے ہی چلے بلکہ انہیں اپنی ہی ذاتی طاقت سے تیرنا سکھائیے۔ کیونکہ مدرس کا کام ذہن کو ترقی دینا، نیک عادات کو پیدا کرنا ہے نہ کہ بے جا دباؤ کے شکنجے میں جکڑ کر قدرتی ترقی کو روکنا، فطری نشوونما کی راہ مسدود اور بند کرنا۔ دراصل استاذ وہی کامیاب ہے جو شاگرد کے دل و دماغ میں حکمت و دانائی سے شوق و لگن اور تعلیمی طلب و جستجو پیدا کر دے۔

**آپسی تعلق:**

منتظمین، مدرسین اور ملازمین سب ہی اپنا ایک وقار رکھتے ہیں ہر ایک کو ایک دوسرے کا احترام لازم ہے آپس میں ایک دوسرے کی بے ادبی سے تعلقات بھی خراب ہوتے ہیں، اپنا ذاتی وقار بھی مجروح ہوتا ہے اور جس کے ساتھ بے ادبی کا معاملہ کیا گیا اس کا وقار بھی خراب کیا اس لئے آپس میں پیار محبت سے رہیں ہر ایک کی عزت کو اپنی عزت سمجھیں، کسی کے ساتھ بے ادبی کا معاملہ نہ کریں، بھائی بھائی اور ایک کشتی کے سوار بن کر رہے ہیں، ایک دوسرے کی عمر، رتبہ، عہدہ اور فرق مراتب کا خوب خیال رکھیں سامنے اور غائبانہ میں صرف اور صرف اظہار خوبی کیا کریں۔

**شعبۂ تدریس و انتظام میں فرق:**

استاذ کے ذمہ تعلیمی کام سپرد ہے جو اپنے اندر بے حد وسعت رکھتا ہے اور بے شمار اس کے تقاضے ہیں وہ اگر اپنے شعبہ کو چھوڑ کر شعبۂ انتظام میں دخل دے گا تو یہ چیز اس کے لئے مناسب نہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھے شرعاً اخلاقاً اور قانوناً اس پر یہی ذمہ داری ہے۔ اہل تدریس خود کو اپنے کارہائے مفوضہ کا پابند بناویں انتظام کو اہل انتظام پر چھوڑ دیں تنقید و اعتراض و انشقاق سے زیادہ انقیاد و اطاعت کا جذبہ ہو جب تک حرام صریح کا حکم و اشارہ نہ ملے اطاعت ہی ضروری ہے واقعہ ہے کہ آج انتظام میں بے جا مداخلت نے اکثر جگہوں کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیا اور خود بربادی کی نذر ہو کر ادارے، علمی، تربیتی اور تعمیری افراد پیدا کرنے سے محروم ہو گئے۔

**افادہ اور استفادہ:**

طلبہ کو مانوس کیجئے تا کہ افادہ اور استفادہ بیش از بیش ہو سکے ان پر اتنا دباؤ نہ ڈالیں جو ضرورت سے زیادہ ہو۔

**حکمت عملی اور ذہن سازی:**

پڑھانے میں حکمت عملی کا طریقہ اختیار کیا جائے اور تعلیم میں بچے کی ذہن سازی کی جائے یعنی جس مضمون کو کتاب میں پڑھانا ہے پہلے بلا کتاب کے اس کو بچے کے ذہن میں مستحضر کر دیا جائے تا کہ بچہ کتاب کے مضمون کو سمجھنے میں آسانی محسوس کرے۔ یاد رکھئے! ہر ایک بچہ اپنے اندر ایک خاص قسم کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر بچے کو اس کے فطری رجحان کے مطابق اسی کام میں داخل نہیں کیا جاتا تو یہ اس کی مخصوص ذہنیت پر ظلم عظیم ہوگا۔ جب تک انسان اپنی اصل جگہ تلاش نہیں کر لیتا وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہوسکتا۔

**ماحول کا اثر:**

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسان کی شخصیت میں اس کے ماحول، سماج، معاشرے اور سوسائٹی کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنے اردگرد کی نیکی اور بدی کی فضا سے متاثر ہوتا ہے، اس لئے درسگاہ اور احاطہ کا ماحول نہایت پاکیزہ اور باادب ہونا ضروری ہے۔

اساتذہ کرام کے لئے لازم ہے کہ شاگردوں کو دنیا میں نئی سوچ، نئے خیالات، نئے تصورات، نئے رجحانات کا تعارف کرائے اور تقابلی مطالعہ کی روشنی میں حقائق کو واضح کرے اسی کے ساتھ ضروری ہے کہ حقیقت پسندی اور حکمت عملی کے ساتھ، جمعیت و جماعت، دینی و دعوتی تنظیم سے وابستگی، عملی جدوجہد، نئے پروگراموں کے آغاز سے بہتر پرانے کاموں کی باہمی مشورہ و یکجہتی سے تقویت و تکمیل، حوصلہ مندی و کفایت شعاری، جمود و تعطل کے شکار ہونے سے بچانے کی تدابیر، علمی اور روحانی قوتوں کو جلا دے کر اصل کام افراد سازی ہو نہ کہ عمارت سازی، نصائح و نگرانی، ابنائے قدیم کی کارکردگیوں پر تربیتی و اصلاحی نظر، رفیق کار بن کر خدمات انجام دینے کی ترغیب، والدین، اساتذہ، معاشرہ، مادر علمی سے جذبۂ ہمدردی، مخلصانہ تعاون اور وفاداری کا سبق سکھانا بھی ضروری ہے۔

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

# غزہ کے مظلومین اور ہماری ذمہ داریاں!

المرسل:.... مولانا اسلم معاویہ

## مسجد اقصی اور اہلِ فلسطین کی مدد کیسے کریں؟

ارض فلسطین کے بارے میں وارد شدہ آیات واحادیث کے مطالعہ کے بعد ایک مسلمان پر اس سرزمین سے متعلق بہت کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ہر مسلمان کی غیرت ایمانی اس کو بار بار مسجد اقصیٰ القدس اور سرزمین فلسطین اور اہل فلسطین کے بارے میں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ ان کی نصرت ومدد کی جائے، ہر مسلمان اس المناک مسئلہ کا تذکرہ کرتا ہے، اہل فلسطین کی زبوں حالی پر خون کے آنسو روتا ہے، لیکن اکثر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عملی طور پر ایک مسلمان کیا کرسکتا ہے، اور ہم اپنے فلسطینی بھائیوں کی مدد کیسے کرسکتے ہیں؟ اس لئے مندرجہ ذیل سطور میں چند ایسے عملی کام بتائے جارہے ہیں جن پر عمل کرنا ہمارے لئے صرف ممکن ہی نہیں بلکہ ازحد ضروری ہے:

### فرد کی حیثیت سے:

☆... فلسطینی مسلمانوں کی جان ومال کے ذریعہ نصرت ومدد کرنے کی سچی نیت اور ہر وقت اس کا استحضار رکھا جائے۔

☆... روزانہ قبولیت دعا کے اوقات میں خاص طور پر مسجد اقصیٰ اور اہلِ فلسطین کے لئے دعا کا اہتمام کیا جائے۔

☆... اگر تقریر وخطابت کی صلاحیت رکھتے ہیں تو ہر تقریر میں اس مسئلہ کا ضرور تذکرہ کریں، اگر قلم کار ہیں تو اس مسئلہ پر مسلسل لکھیں، اگر معلم واستاد ہیں تو طلباء میں اس مسئلہ کا شعور پیدا کریں، اس مسئلہ پر اس موضوع سے متعلق طلباء میں تقریری، تحریری پروگرام

> بلاشبہ القدس ہمارے لئے دین ووطن بھی ہے اور تاریخ وثقافت بھی، وہ ہمارا ماضی اور حال بھی ہے اور ہمارا مستقبل بھی، فلسطین: القدس کے لئے حفاظتی دیوار اور بیرونی خول کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن القدس سے ہی فلسطین کی اصل شناخت اور اس کی وجہ سے ہی فلسطین کو مقام واہمیت حاصل ہے، اس اعتبار سے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ فلسطین: القدس سے ہے، نہ کہ القدس: فلسطین سے۔ اس لئے فلسطین کی حفاظت وبازیابی کی ذمہ داری صرف وہاں کے باشندوں کی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی ہے، گمشدہ فردوس خانی کی بازیابی کی ذمہ داری

کرایا جائے۔

☆... اسرائیل اور اس کے ہمنواؤں کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں، اس لئے کہ بائیکاٹ نہ کرنے کی صورت میں ہم اہل فلسطین کا خون کرنے اور اسرائیل کو مضبوط کرنے میں معاون بنتے رہیں گے۔

☆... اہلِ فلسطین کے ساتھ محبت و شفقت کا اظہار کریں، ہر ممکن طریقے سے ان کے حالات سے دوسروں کو واقف کرانے کی کوشش کریں۔

☆... مالی تعاون کے سلسلے میں مسئلہ فلسطین کے لئے بجٹ متعین کریں، اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو، گھر میں روزانہ ایک ایک دو دو روپے گھر کے تمام افراد جمع کرتے رہیں۔

☆... گھر والوں اور متعلقین کو اس بات پر آمادہ کریں کہ کسی فلسطینی شہید کے گھر والوں کی کفالت میں، یا کسی یتیم کی کفالت میں حصہ لیں، اس بات کا استحضار رہے کہ خیر کی جانب رہنمائی کرنے والا خیر کا کام کرنے والے کی طرح ہے۔

☆... بیت المقدس اور فلسطین کی تاریخ کے سلسلے میں خود بھی مطالعہ کریں، دوسروں کو بھی مطالعہ پر آمادہ کریں، کسی کو اس سے متعلق کتاب ہدیہ کریں، قرآن میں یہود کے حوالے سے تفصیلات پڑھیں، اور یہود سے اچھی طرح واقف ہونے کی کوشش کریں۔

☆... ایک مسلمان اس فکر وتصور کے ساتھ ہر لحظہ بسر کرے کہ یہ مسئلہ مسلمانوں کا اہم ترین اور مقدس ترین مسئلہ ہے اور بیت القدس کو یہودیوں سے آزاد کرانا ہر مسلمان پر

ضروری ہے۔

☆...اہل فلسطین کے کارناموں اور ان کی بہادری کے واقعات اپنے گھر والوں اور متعلقین کو سنائیں۔

☆...اس نیت سے روزہ رکھیں یا قیام اللیل کریں کہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا کا اہتمام کریں گے۔

مندرجہ ذیل امور سے خاص طور پر واقف ہونے کی کوشش کریں:

☆...مسجد اقصیٰ کی بازیابی اور اہلِ فلسطین کی مدد کا شرعی حکم۔

☆...اسرائیل کے ساتھ صلح یا موالات و دوستی کا حکم۔

☆...فلسطین کو آزاد نہ کرنے اور یہود کے حوالے کرنے کے خطرناک نتائج۔

☆...عالمی سطح پر اس مسئلہ کی وجہ سے سیاسی، ثقافتی، اقتصادی، معاشرتی اور عسکری اثرات۔

## گھر اور خاندان کی حیثیت سے:

☆...کسی تفسیر کی مدد سے سورۂ بنی اسرائیل (الاسراء) اور سورہ حشر کا اجتماعی مطالعہ۔

☆...پورے گھر کی طرف سے مالی تعاون کی کوئی شکل۔

☆...بچوں کو فلسطین کی سر زمین کی اہمیت و تقدس سے واقف کرانے کی ہر ممکن کوشش۔

☆...مائیں، بہنیں اپنے بچوں میں مسجد اقصیٰ کی محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں، اس کے لئے سیرت، تاریخ، ترانوں اور دیگر چیزوں کو ذریعہ بنائیں۔

☆...گھر میں اہم پروگراموں کے مواقع پر اس مسئلہ کو ضرور یاد رکھنے کی کوشش کریں۔

☆...فلسطین سے متعلق پروگراموں میں گھر کے تمام افراد کو شریک کرنے کی کوشش کریں۔

☆...فلسطینی مصنوعات کو خرید کر فلسطینی شہداء کے اہل خانہ اور ضرورت مندوں کا تعاون کریں۔

☆...گھر میں اپنی لائبریریوں میں ایک گوشہ خاص کریں جس میں فلسطین سے متعلق کتابیں، کیسٹ، پمفلٹ، رسالے موجود ہوں۔

☆...گھر میں فلسطین سے متعلق مختلف تصاویر، تحریر میں آویزاں رکھیں۔

## امت اور جماعت کی حیثیت سے:

☆...گاہے بگاہے مختلف پروگراموں کا انعقاد کریں، جن کے ذریعہ امت میں بیداری پیدا ہو اور باطل کو یہ معلوم ہو کہ امت اس مسئلہ سے غافل نہیں ہے۔

☆...اپنے اداروں، کمپنیوں یہاں تک کہ بعض مصنوعات کا نام فلسطینی شہروں، مقدسات اور شخصیات کے نام پر رکھیں، اس لئے کہ صہیونی اس سے متعلق ہر قسم کی علامتوں کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

☆...فلسطین کے بے یار و مددگار زخمیوں، یتیموں، بیواؤں، بے گھروں، جیل کی کال کوٹھڑیوں میں تعذیب اور درندگی کا نشانہ بننے والوں کے لئے مالی، قانونی اور سیاسی ذرائع کا استعمال کریں۔

☆...ایسے اداروں کا تعاون کریں جو اہل فلسطین کی مدد کے لئے خاص ہیں۔

☆...بے گھر فلسطینیوں کو اپنے ممالک میں آنے کی سہولیات فراہم کریں، ان کے قیام، تعلیم اور ملازمت کے انتظام کی اجتماعی کوشش کریں۔

☆...فلسطین، لبنان، اردن میں فلسطینی مہاجرین کے کیمپوں کا دورہ کریں تا کہ ان کے حالات سے واقفیت ہو۔

☆...لائبریریوں میں اور خاص طور پر مساجد کی لائبریریوں میں فلسطین سے متعلق مخصوص گوشے میں فلسطین سے متعلق لٹریچر فراہم کریں۔

☆...مساجد میں قنوت نازلہ اور دعاؤں کا اہتمام کریں۔

☆...تعارفی بینرز، پمفلٹس، کتابوں کی طباعت کا اہتمام کریں۔

☆...انٹرنیٹ کے ذریعہ ویب سائٹس، بلاگز، پیجز، بنا کر سوشل میڈیا کے ذریعہ اس مسئلہ کو اجاگر کرنے کی منصوبہ بند مہم چلائیں۔

یہ چند اہم عملی کام ہیں جن کو انجام دینے کی ہر مسلمان کو ہر سطح پر ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، اگر ہم بیت المقدس کو پامال کرنے والے ظالم صہیونیوں کو براہِ راست روکنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں تو کم از کم یہ کام انجام دینا ہمارے بس میں ہے، ہم یہ یاد رکھیں کہ مسجد اقصیٰ کی بازیابی ہر مسلمان پر فرض ہے اور اہلِ فلسطین اسی صورت میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں جب پوری امت تمام وسائل کے ساتھ ان کی پشت پناہی کرتی رہے، صرف افسوس کے بجائے عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔☆☆

# اکابر علماء کرام کے مواعظ ونصائح

جامعہ خیر المدارس ملتان میں سالانہ تقریب تکمیلِ صحیح بخاری شریف ۱۵؍جنوری ۲۰۲۵ء کو منعقد ہوئی، جس میں ممتاز اکابر علمائے کرام کے بیانات ہوئے، ”ماہنامہ الخیر ملتان“ کے شکریہ کے ساتھ یہ مواعظ ونصائح قارئین کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔(ادارہ)

تیسری قسط

ضبط وترتیب: مولانا ابوعمار فیاض احمد عثمانی

## خطاب:.... حضرت مولانا نجم الحق صاحب زید مجدہم

(ناظم اعلیٰ جامعہ خیر المدارس ملتان)

”الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید الرسل وخاتم النبیین، وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین، اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔“

انتہائی قابل احترام علماء کرام، اساتذہ کرام، مہمانانِ گرامی اور عزیز طالب علمی ساتھیو: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آج ہم جامعہ خیر المدارس ملتان کے ۹۷ ویں تعلیمی سال مکمل ہونے پر اختتامی تقریب میں شریک ہیں، جامعہ کا ۹۷ سال کا یہ سفر نشیب وفراز، مصائب و مشکلات کے باوجود تشنگانِ علم کی علمی پیاس بجھانے اور نہ صرف پاک وہند بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں علم کے چراغ جلانے میں کامیاب رہا بلکہ جامعہ سے نکلنے والے علم، اخلاق اور ایمان کی روشنی سے پوری قوم مستفید ہو رہی ہے۔ جامعہ خیر المدارس نے دینی تعلیم کے فروغ میں قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں، جامعہ کے تعلیم یافتہ علماء کرام، حفاظ، قراء برصغیر پاک و ہند کے علاوہ، عرب ممالک، وسط ایشیا، براعظم امریکا، آسٹریلیا اور افریقا کے کئی ممالک میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے ساتھ اسلام کے پرچم کو سربلند کیے ہوئے ہیں، پاکستان میں پاکستان کے اکثر دینی مدارس بالواسطہ یا بلاواسطہ خیر المدارس ہی کا فیض ہیں۔ جامعہ خیر المدارس کی خدمات کے معاشرے پر بہت گہرے اثرات ہیں، یہ صرف ایک تعلیمی ادارہ ہی نہیں بلکہ ہر سطح پر قوم کے شانہ بشانہ ان کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے والا ایک منبع ہے۔ قیام پاکستان کی تحریک ہو یا پاکستان بننے کے بعد آئین پاکستان کا رخ متعین کرنا ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس رسالت کا تحفظ ہو یا اسلامی تعلیمات کے مطابق ملک میں قانون سازی کی ضرورت ہو، سیاسی مفاہمت میں کردار ادا کرنا ہو، مسلکی ہم آہنگی کا فروغ ہو یا پھر دینی مدارس کا گلدستہ (وفاق المدارس کی صورت میں) قائم کرنا ہو، جامعہ خیر المدارس کی خدمات ہر جگہ نمایاں دکھائی دیتی ہیں، اس ادارے نے ہمیشہ شدت پسندی اور دہشت گردی کو ناپسند کیا، قیام امن کا حامی اور امن وامان کو فروغ دینے میں کوشاں رہا۔ جامعہ کے تعلیم یافتہ پاکستان اور دیگر ممالک میں مدارس، مساجد، اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز، میڈیکل، انجینئرنگ اور مسلح افواج کے مختلف شعبوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور ملکی ترقی میں کردار ادا کر رہے ہیں۔ جامعہ کے تحت قیام پاکستان کے بعد ہی سے عصری تعلیم کے ادارے بھی قائم کیے گئے، ان اداروں سے تعلیم حاصل کرنے والے بھی ملک اور معاشرے میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جامعہ خیر المدارس ملتان نے اپنے ابتدائی سالوں ہی سے خواتین کے لیے بھی تعلیم کے مساوی مواقع فراہم کیے اور تعلیم وتربیت کا بہترین نظام قائم کیا جس کو دیکھنے کے بعد شام سے تعلق رکھنے والی عالم اسلام کی عظیم شخصیت ڈاکٹر عبدالفتاح ابوغدہؒ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ میں نے دنیا میں اس جیسا خواتین کے لیے دینی تعلیم کا نظام نہیں دیکھا۔ جامعہ اگرچہ مستقل سیاست کا حصہ نہیں بنا تاہم جامعہ سے تعلیم یافتہ ایسے سیاسی راہنما اور رجال کار تیار ہوئے جن کا ملکی سیاست میں نمایاں کردار رہا اور آج بھی سیاسی افق پر موجود قوم اور ملک کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔ تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ جامعہ کی فلاحی خدمات بھی جامعہ کی تاریخ کی طرح ایک عرصہ پر محیط ہیں، قیام پاکستان سے قبل کوئٹہ میں زلزلہ ہو یا قیام پاکستان کے بعد 1965ء اور 1970ء کی جنگ اور دیگر مواقع پر

ملک کا دفاع ہو جامعہ کے اساتذہ اور طلبا کی رضا کارانہ خدمات قوم اور ملک کو حاصل رہیں، ملک میں سیلاب کی صورت حال ہو یا 2005ء میں زلزلہ، جامعہ نے عوامی خدمت میں بھرپور حصہ لیا اور پھر یہ خدمات باقاعدہ الخیر خدمت فاؤنڈیشن کی صورت میں تشکیل پاگئیں اور ضرورت مند افراد کے ساتھ تعاون کے ساتھ ساتھ سیلاب سے متاثرین اور متاثرین غزہ کے لیے بھی تعاون میں خدمات سرانجام دی جارہی ہیں۔ الحمدللہ! آج جامعہ کے تحت تعلیم حاصل کرنے والے 5000 طلبا اور طالبات میں سے قرآن مجید، قرأت اور دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد دستار فضیلت سر پر سجائے یہ علما ملک، قوم اور اپنے اپنے علاقوں میں بہترین پُرامن معاشرے کی تشکیل کے لیے پُرعزم ہیں، ہمیں امید ہے کہ یہ جامعہ اور اہل علم کے تشخص کو قائم رکھتے ہوئے، اچھے مسلمان، باوقار شہری اور ایک اچھے انسان کی حیثیت سے معاشرے میں کردار ادا کرنے میں کامیاب رہیں گے اور آخر میں جامعہ کی طرف سے:

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

## خطاب:.... مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی زید مجدہم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(آل عمران:۱۹۰،۱۹۱)

قابل احترام علماء کرام، معزز حاضرین و عزیز طلبہ! آپ کے سامنے سورۃ آل عمران کے آخری رکوع کی دو آیتیں پڑھی ہیں۔ ان آیات کے اندر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے اور عقل والے وہ لوگ ہیں جو ہر حالت کے اندر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، قیام کی حالت میں قعود (بیٹھنے) کی حالت میں اور لیٹتے وقت اور یہ آیت میں نے اس لیے پڑھی ہے کہ چند دن قبل مجھے ایک جگہ سے فون آیا کہ چیچہ وطنی کے ایک علاقے میں بیان کے لیے آپ سے وقت لینا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیوں اور موضوع کیا ہے؟ تو اُس نے کہا کہ موضوع یہ ہے: ''خدا کی کیا ضرورت ہے؟'' تو کہنے لگے کہ جو بچے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے پڑھ کر آتے ہیں، وہ آکر پوچھتے ہیں کہ ''خدا کی کیا ضرورت ہے؟'' میں نے کہا: اناللہ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

یاد رکھیں! اللہ تبارک وتعالیٰ کا وجود فطری ہے: فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (روم:۳۰) کہ جس طرح یہ دین دین فطرت ہے، اسی طرح خدا تعالیٰ کا وجود بھی ایک فطری چیز ہے۔ اسی وجہ سے فقہائے کرام نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی علاقے کے اندر دین کا پیغام نہیں بھی پہنچا، رسالت کا پیغام نہیں پہنچا، نماز کا حکم نہیں پہنچا تو پھر بھی وہاں خدا تعالیٰ کے وجود کا اقرار ضروری ہے اور توحید کا اقرار ضروری ہے، اس کے بارے میں سوال ضرور ہوگا، کیونکہ یہ ایک عقلی چیز ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب عقلیں ہی ختم ہوتی جارہی ہیں اور فطری چیزیں ہی ختم ہوتی جارہی ہیں۔ روس میں جب منکرین خدا کا انقلاب آیا تو حضرت مولانا شمس الحق افغانی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی کہ اُس وقت اُنہوں نے مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا یہ ذہن بنانا شروع کیا کہ خدا کوئی نہیں ہے۔ ایک چھوٹی سی بچی جب پڑھنے کے لیے گئی اور اپنی استانی سے کہتی ہے کہ باجی! ہمارے گھر میں بلی نے بچے دیئے ہیں اور وہ سارے ہی ''سوشلسٹ اور کیمونسٹ'' ہیں۔ وہ استانی یہ سمجھی کہ شاید میری تعلیم کا یہ اثر ہوگیا ہے کہ ان کے بڑے تو سوشلسٹوں کے خلاف تھے، اب ان کے بچے اُن کے حق میں ہوگئے ہیں۔

کہتے ہیں: ''لالچ بری بلا ہے۔ اُس استانی نے محکمۂ تعلیم کو اس کی اطلاع کر دی تاکہ اسے اس کی کارکردگی پر انعام ملے۔ آٹھ، دس دن بعد ایک پروگرام ہوا تو اُس بچی کو بڑے افسر کے سامنے بلایا گیا اور کہا کہ فلاں دن تو نے جو فلاں بات کہی تھی، وہ پھر کہو۔ بچی نے آہستہ سے پوچھا کہ میں نے کون سی بات کہی تھی؟ باجی نے کہا کہ تو نے کہا تھا ناں کہ ہمارے گھر میں بلی نے بچے دیئے ہیں اور وہ سارے سوشلسٹ ہیں۔ بچی نے کہا: نہیں باجی! وہ پہلے تو سوشلسٹ تھے، اب اُن کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ (بلی جب بچے دیتی ہے تو اُس وقت بچوں کی آنکھیں

بند ہی ہوتی ہیں) اب استانی کو پتہ چلا کہ ”یہ بچی اُس وقت بھی ہماری تائید نہیں کر رہی تھی بلکہ ہمارے نظریہ کی تردید کر رہی تھی۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے ہزاروں دلائل ہیں۔ ایک یہ کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے ”دہریئے“ پہلے تو خدا ہی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ”مادہ اور سورج کی حرکت سے یہ سارے کا سارا جہان بن گیا ہے اور یہ سارا اعلیٰ نظام سورج کی حرکت ہی سے وجود میں آیا ہے اور اسی کی وجہ سے یہ سارا نظام چل رہا ہے اور وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ ”اگر خدا ہے تو پھر نظر کیوں نہیں آتا“ اب اگر ان سے کوئی پوچھے کہ تمہیں مادہ بھی تو نظر نہیں آتا اور صورت بھی نظر نہیں آتی تو تم نے مادہ کو کیسے مان لیا۔ ہم تو خدا کو مانتے ہیں۔ یاد رکھیں! خدا فارسی کا لفظ ہے: ”خود آ“ آج کل نئے نئے محقق پیدا ہو رہے ہیں اور کچھ رسالے چھپ رہے ہیں، جن میں لکھا ہے کہ خبردار! لفظ ”اللہ“ کہو، خدا نہ کہو۔ حالانکہ یہ خدا فارسی میں لفظ اللہ ہی کا ترجمہ ہے۔ طلبہ نے تو پڑھ لیا کہ خدا وہ ذات ہے جو واجب الوجود ہے، اُس کا وجود ضروری ہے اور تمام صفات کمالیہ اُس میں پائی جاتی ہیں، عیب اس کے قریب بھی نہیں گزرتا۔ ہر عیب سے پاک ذات جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، اُسے خدا کہا جاتا ہے۔ آج کل نئے نئے شبہات پیدا کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اگر خدا ہے تو پھر اور اُس کا تفصیلی تعارف کرواؤ۔ یاد رکھو! جہان کو ”عالم“ کہا جاتا ہے اور عالم عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے: ”مایُعرف بہ الشیی“ کہ جو کسی چیز کے علم کا ذریعہ بنے۔ تو یہ سارا جہان اپنے بنانے والے کے علم کا ذریعہ ہے، اس وجہ سے ”جہان“ کو ”عالم“ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق پیدا کر دی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ یہ فرماتے ہیں کہ خدا اتنی بڑی ذات ہے کہ اُس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے، جتنے لوگ سامنے بیٹھے ہیں، ان میں ہر ایک کی شکل دوسرے سے علیحدہ ہے۔ اگر مادہ اور صورت ہے تو وہ ایسے کمالات نہیں دکھا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے اندر وجود دیا ہے۔ حضرت نانوتویؒ کا فلسفہ بھی دو لفظوں میں گھومتا ہے، یعنی: ”ما بہ الذات اور ما بہ العرض“ فرماتے ہیں کہ دنیا کے اندر ہر چیز کے اندر کوئی وصف ذاتی ہوتی ہے اور کہیں عارض ہوتی ہے یعنی کسی واسطے سے آتی ہے۔ جیسے سورج کی روشنی ذاتی ہے، کیونکہ سورج کی خود ذات روشن ہے اور زمین کی روشنی عارض ہے، کیونکہ وہ سورج کے واسطے سے ہے، جب سورج طلوع ہوگا تو زمین روشن ہوگی اور جب سورج غروب ہو جائے گا تو زمین کی روشنی بھی ختم ہو جائے گی۔ سورج کی روشنی کبھی ختم نہیں ہوتی، چاہے وہ زمین سے اوپر ہو یا غروب کے بعد زمین کے نیچے بھی چلا جائے، وہ روشن ہی روشن رہتا ہے، تو معلوم ہوا کہ وہ روشنی جو دو اندھیروں میں گھری ہوئی ہے۔ وہ عارضی ہے کل گزشتہ رات بھی تاریک تھی اور کل آئندہ آنے والی رات بھی تاریک ہی ہوگی۔ درمیان میں زمین کی جو روشنی ہے، وہ عارضی ہے، کیونکہ یہ روشنی زمین کا ”وصف ذاتی“ نہیں ہے بلکہ ”وصف عارضی“ ہے۔

تو دنیا کا سارے کا سارا وجود ہی عارضی ہے تو اس کے لیے کوئی ذاتی وجود بھی ہونا چاہیے اُس کا ذاتی وجود کسی اور سے حاصل نہ ہو رہا ہو، اُسی ذاتی وجود کو خدا کہتے ہیں۔ اُسی نے سارے جہان کو وجود عطا کیا اور اُسے کوئی وجود دینے والا نہیں ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ دنیا کے اندر اور ہمارے اندر جو حیات ہے وہ عارضی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت حیات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی۔

اسی طرح ”سمع“ اور ”بصر“ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ ہیں، سننے کے لیے اُس نے ہمیں قوت سامعہ دی ہے جو محدود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس کا خزانہ بھی خدا کے پاس لا محدود ہے۔ ہم سننے کے لیے کانوں کے محتاج ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کانوں کی محتاج نہیں ہے۔ ہماری قوت سامعہ ایک حد تک ہے۔ اس حد کے اندر موجود ہر آواز اللہ سن رہے ہیں اس طرح ہمارا دیکھنا محدود ہے اور اس دیکھنے میں بھی ہم آنکھوں کے محتاج ہیں اور اللہ تعالیٰ اس دیکھنے میں آنکھوں کے محتاج نہیں ہیں۔

تو جو کچھ ہمیں نظر آ رہا ہے اور جو کچھ نظر نہیں آ رہا ہے، اس سارے نظام کو کوئی نہ کوئی ضرور بنانے اور چلانے والا بھی ہے اور وہ بڑی قدرت اور علم والا ہے۔ اب یہ لوگ اس مادے کو تو بن دیکھے مان رہے ہیں بلکہ اسے ہی خدا مان رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ جب وہ نظر نہیں آتا تو نعوذ باللہ! ہم اُسے ہم اُسے خدا بھی نہیں مانتے۔

لطیفہ:

اخبارات میں ایک دفعہ یہ لطیفہ شائع ہوا

تھا کہ کوئٹہ کی ایک یونیورسٹی میں ایک ’’دہریہ‘‘ پروفیسر نے کتاب ہاتھ میں لے کر طلبہ سے کہا کہ دیکھو! یہ کتاب ہے جو ہمیں نظر آرہی ہے اور ہم اس کتاب کے وجود کے قائل ہیں۔ یہ کرسی نظر آرہی ہے، یہ بلبل نظر آرہا ہے، لہٰذا ہم ان چیزوں کے وجود کے قائل ہیں۔ اب اگر خدا ہے تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتا!

ایک طالب علم نے کھڑے ہو کر ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا آپ استاد جی کی بات سمجھ گئے ہیں؟ کہ جو چیز نظر آئے تو اُس کو ماننا چاہیے اور جو نظر نہ آئے تو اُسے نہیں ماننا چاہیے۔ کیوں سر! کیا آپ کا یہی مقصد ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، تو صحیح سمجھا ہے۔ تو اُس طالب علم نے تمام طلبہ سے کہا کہ دیکھو تمہیں استاد جی کا جسم نظر آرہا ہے تو ہم مانتے ہیں کہ استاجی کا جسم ہے۔ البتہ یہ بتاؤ کہ کیا اُستاد جی کی ’’روح‘‘ بھی نظر آرہی ہے؟ سب نے کہا کہ ’’روح‘‘ تو نظر نہیں آرہی۔ اُس نے کہا کہ پھر تو ہم یہ مانتے ہیں کہ استاد جی کے اندر ’’روح‘‘ نہیں ہے۔ اسی طرح ہمیں استاد جی کی آنکھ تو نظر آرہی ہے تو کیا اس کے اندر کی ’’بینائی‘‘ بھی نظر آرہی ہے؟ سب نے کہا کہ ’’بینائی‘‘ نظر نہیں آرہی، اُس نے کہا کہ اس اصول کا مطلب تو پھر یہی معلوم ہوا کہ ہم یہی سمجھیں کہ استاد جی ’’نابینا‘‘ ہیں اور ان کو نظر نہیں آتا۔ ان کے کان تو نظر آرہے ہیں مگر اس کان کے اندر جو ’’قوت سامعہ‘‘ ہے وہ تو نظر نہیں آرہی تو پھر اس کا مطلب یہی ہوا کہ یہ کہیں کہ استاد جی ’’بہرے‘‘ ہیں۔ اسی طرح ان کی زبان تو نظر آرہی ہے لیکن زبان میں جو قوت ’’گویائی‘‘ ہے وہ تو نظر میں آرہی تو کیا واقعی یہ ’’گونگے‘‘ ہیں۔ اسی طرح آخر میں اُس نے کہا کہ استاد جی تو نظر آرہے ہیں تو کیا استاد جی کی ’’عقل‘‘ بھی کسی کو نظر آرہی ہے؟ سب نے کہا کہ ان کی ’’عقل‘‘ نظر نہیں آرہی، اُس نے کہا کہ پھر اس کا مطلب یہی ہوا کہ استاد جی ’’بے عقل‘‘ ہیں۔

یاد رکھیں! ہمیشہ دلائل ہی سے چیز مانی جاتی ہے۔ مثلاً جب کوئی ہاتھ ہلاتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے اندر رُوح ہے۔ جب مرجاتا ہے تو تمام اعضا ساکت ہو جاتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ روح نکل گئی ہے۔ اسی طرح کوئی بول رہا ہے تو زبان کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ اس کے اندر قوت گویائی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو اللہ تعالیٰ کے وجود پر تو ہزاروں بلکہ لاکھوں دلائل ہیں۔

وفي كل شيى له آية
تدل انه واحد

کہ ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل موجود ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی عورت آئی اور تعویذ مانگا، میں تعویذ لکھنے لگا تو بیٹھی بیٹھی کہنے لگی: مولوی جی! اللہ میاں ہیں؟ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ میں بڑا پریشان ہو گیا کہ ایک جاہل عورت کو میں یہ مسئلہ کیسے سمجھاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے ذہن میں یہ بات ڈالی اور میں نے کہا کہ کیا اللہ پہلے کہیں تھے بھی! کہنے لگی: تھے ناں! یہ آسمان بنایا، زمین بنائی، چاند بنایا، سورج اور ستارے بنائے، تو یہ سب اللہ ہی نے تو بنائے ہیں اور ساتھ میں کہنے لگی کہ میں کچھ عرصے سے سوچ رہی ہوں کہ آدمی تو بعض اوقات اپنی بڑی کوٹھی بناتا ہے اور پھر اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔ تو میں سوچ رہی ہوں کہ اللہ میاں نے بھی یہ سب کچھ بنایا ہے، اب پتہ نہیں کہ اللہ میاں ہیں بھی یا نہیں!

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ یہ عورت یہ تو مان رہی ہے کہ آسمان، زمین وغیرہ بنانے والے اللہ ہیں، تو میں نے کہا کہ تو یہ بتا کہ کیا اس دنیا میں اب بھی کچھ چیزیں بن رہی ہیں یا نہیں بن رہیں؟ زمین سے غلے پیدا ہو رہے ہیں، بچے پیدا ہو رہے ہیں، اسی طرح کہیں پھول لگ رہے ہیں، کہیں پھل لگ رہے ہیں تو کیا یہ بھی کوئی نظام چلانے والا ہے یا نہیں! وہ بولی: ’’جی سمجھ گئی ہوں کہ واقعی اللہ تعالیٰ ہیں‘‘ تو معلوم یہ ہوا کہ ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کے وجود کے دلائل ہیں۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان

ABDULLAH SATTAR DINA
& Sons Jewellers
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silvers, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Phone :32514972, 32531133

صفدر نور اللہ مرقدہ نے ایک دفعہ سبق میں سنایا کہ جب کیمونسٹوں کا انقلاب آیا تو انہوں نے بھی یہی ذہن بنانا شروع کر دیا کہ خدا نہیں ہے اور اخبارات کے اندر ایسے کہ جیسے کوئی چھاتہ بردار اوپر کوئی نیچے آرہا ہے اور زمین پر اس کی تصویر بنائی کہ دیکھو! ہم نے آسمان سے خدا کو نیچے زمین پر اتار لیا ہے (نعوذ باللہ) دوسری تصویر میں یہی دکھایا کہ خدا زمین پر ہے، تیسری تصویر ایسی بنائی کہ لوگ اپنے پاؤں سے ٹھوکریں مار رہے ہیں اور چوتھی تصویر ایسی بنائی کہ زمین بالکل صاف تھی اور لکھا کہ (نعوذ باللہ) اب ہم نے خدا کو زمین سے بھی نکال دیا ہے لیکن اللہ کی قدرت یہ ہے کہ چند دنوں کے بعد سخت قحط پڑ گیا، بارشیں نہیں ہو رہی تھیں تو اب وہی کیمونسٹ (خدا کے وجود کے منکرین) مسلمانوں کے پاس بھی آئے کہ تم اپنے خدا سے درخواست اور دعا کرو کہ وہ بارش برسائے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات انسان کی فطرت میں، بلکہ انسان تو کیا! امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ جانور بھی اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی ہے: ''وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ'' (بنی اسرائیل:۴۴) تو معلوم یہ ہوا کہ جہان کا جتنا بھی نظام ہے، یہ خدا تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے۔

اب یہ وسوسہ ڈالنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی پوری پوری ایسی تعریف کرو کہ ہمارے سامنے اس کا نقشہ کھل کر آجائے، تو یہ بات بھی بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ ہماری عقل تو ناقص ہے۔ دیکھیے! یہ کتنی اچھی مسجد بن چکی ہے۔ اب جو لوگ خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں، ان کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی آدمی کہے کہ اس مسجد کے جتنے بھی اجزا تھے، وہ ہوا کے ذریعے سے اُڑتے ہوئے آئے اور خود بخود یہ خوبصورت مسجد بن گئی ہے تو کوئی بھی شخص اس دعوے کو ہرگز ہرگز نہیں مانے گا۔ اب ہم جب یہ مسجد دیکھتے ہیں تو اسے دیکھ کر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بنانے والے بہت ہی علم والے (اور فن کے ماہر) ہیں۔ اب کوئی کہے کہ جن لوگوں نے یہ مسجد تیار کی ہے، اُن کا رنگ کیسا تھا، اُن کا قد کتنا تھا، ان کی شکل کا بعینہٖ نقشہ بیان کرو، تو ہم اپنی اس ناقص عقل سے اُن کی یہ کیفیت بیان نہیں کر سکتے، جہاں تک ہماری عقل پہنچتی ہے وہیں تک ہماری کی رسائی ہے، اُس سے آگے نہیں، تو ہم اس جہان کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس جہان کو بنانے والے میں بہت بڑی قدرت ہے۔

اور اس کے اندر تمام صفات کمالیہ پائی جا رہی ہیں، باقی اس کی پوری حقیقت تک ہماری عقل نہیں پہنچ سکتی۔ تو اب اس کا یہ مطلب تو نہیں بنتا کہ خدا کا وجود ہی نہیں ہے تو یہ چیزیں سب عقل کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بھی بہت سے دہریوں سے مناظرے ہوئے۔ آج کل جو خدا کے وجود کا انکار کر رہے ہیں، ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو صرف ''اسباب'' کو دیکھتے ہیں اور وہ لوگ اسباب ہی میں پھنس کر رہ گئے ہیں، حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ سارا نظام زندگی صرف انہی ''اسباب'' ہی سے چل رہا ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ تو وہ ذات ہے جو اسباب کے خلاف بھی کام کر کے بتلا دیتے اور دکھا دیتے ہیں کہ میں موجود ہوں۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان کی شادی ہوگئی اور وہ رخصتی کے بعد شادی کے قابل نہیں تھا، شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی تو اس نے خودکشی کرنے کا ارادہ کر لیا، کسی نے کہا کہ سنکھیا (زہر) لے کر کھالے تو تو مر جائے گا۔ اُس نے زہر کھائی، اس سے اُس کی قوت مردانگی بحال ہوگئی اور وہ مرنے سے بھی بچ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو اسباب کے خلاف بھی اپنی قدرت دکھا دیتے ہیں۔ اللہ پاک ہماری نسلوں کو ایمان کی نعمت سے محروم نہ کریں۔ ان دینی مدارس سے یہی عقائد اور نظریات ملتے ہیں اور اگر دوسری طرف گئے تو ایمان کا بھی خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ (جاری ہے)

ABS
ESTD 1880
سو سال سے زائد بہترین خدمت
ABDULLAH Brothers Sonara
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:32546455, Cell: 0301-2352363

# صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مقامِ صحابیت

مولوی محمد یوسف خان ڈیروی

عربی زبان میں لفظ ''صحابی'' صُحبۃ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی صاحب اور ساتھی کے آتے ہیں اور جب لفظ ''صحابی'' مطلق بولا جائے تو اس سے مراد عرف میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی ہوتے ہیں۔

صحابی کی مختلف تعریفیں اہل علم نے کی ہیں، لیکن وہ تعریف جس کو جمہور علماء نے پسند کیا ہے وہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تعریف ہے وہ یہ کہ: ''صحابی سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے حالت ایمان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اس کی وفات بھی حالت ایمان میں ہوئی ہو۔''

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص:133)

تعریف میں لفظ ''ملاقات'' ذکر کیا گیا ہے، جس کا عمومی مفہوم مراد ہے کہ خواہ آپ ﷺ کی مجلس میں شرکت کی ہو، خواہ آپ ﷺ کے ساتھ کچھ چلنا پایا گیا ہو، خواہ باہم آپس میں گفتگو ہوئی ہو، خواہ عمومی طریقہ سے ایک دوسرے تک رسائی ہوئی ہو اگرچہ گفتگو کی نوبت نہ آئی ہو، اسی طرح اس میں ایک دوسرے کو دیکھنا بھی شامل ہے، خواہ آپ ﷺ کو قصداً دیکھا ہو یا بلاقصد دیکھا ہو۔ لفظ ''ملاقات'' ان تمام صورتوں کو شامل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد اس دنیا کی سب سے افضل، اعلیٰ اور پاکیزہ شخصیات ہیں اور یہ وہ قدسی نفوس ہیں جنہوں نے حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کیا اور پھر حالت اسلام میں ہی اس فانی دنیا سے دارِ آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ اور یہ وہ مبارک طبقہ ہے جو ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون اور دست و بازو ہوتے تھے۔ جن کا ہر اٹھنے والا قدم اور ہر عمل دین اسلام کی سربلندی اور اشاعت دین کے لیے ہوا کرتا تھا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے ہی امت کو قرآن مجید، احادیث نبویہ، احکام شریعت، سیرت مطہرہ، کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، معاملات، نکاح و طلاق، اخلاق و آداب غرض دین اسلام کے تمام احکامات ان کی کوشش، محنت، قربانی اور جدوجہد کے نتیجے میں ہم تک پہنچے ہیں کہ جس کے سبب ہم آج مسلمان ہیں اور یہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھری آغوش نبوت میں تربیت حاصل کرنے والے وہ قدسی نفوس ہیں، جنہوں نے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی اپنے دلوں میں جذب کر لی تھی اور اسے بانٹنے کے لیے دنیا کے اطراف میں پھیل گئے اور یہی جماعت اسلام کی بنیاد و اساس ہے، یہی اسلام کی پہچان اور تعارف ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہمارے لیے دین اسلام کا کامل و مکمل عملی نمونہ ہیں۔

## مقامِ صحابیت:

مقام ''صحابیت'' ایک ایسا اعلیٰ و ارفع اور بلند و بالا مقام ہے جو نہ صرف دنیا میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے عزت و مرتبہ کا ضامن ہے، بلکہ ان کے لئے تو آخرت میں بھی یہ مقام بلند و بالا مراتب کا ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ خود اللہ رب العزت نے ''قرآن حکیم'' میں ان کی تعریف و توصیف کی، دیگر کتب ''سماویہ'' میں ان کا تذکرہ خیر کیا، ان کے لیے بے شمار انعامات کا وعدہ کیا، ان کے لیے جنت میں داخلہ کی بشارت دی اور اس بات پر تمام علماء حق کا اتفاق ہے کہ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شرف اور بزرگی نہیں اور اللہ رب العزت نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے، اس مقام تک امت کے باقی افراد میں سے کوئی بھی عبادتیں، ریاضتیں، مجاہدے اور محنتیں کر کے بھی کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے کہ یہ خاص فضل خداوندی ہے جو ان کو حاصل ہوا ہے۔ اس لیے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ان اللّٰہ اختار اصحابی علی العالمین سوی النبیین والمرسلین۔‘‘

(مسند بزار)

ترجمہ:’’بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کونبیوں اوررسولوں کے سواتمام جہانوں پر منتخب فرمایاہے۔‘‘

اسی طرح حضرت عویم بن ساعدۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں:

’’ان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ اختارنی واختار لی اصحابا فجعل لی منھم وزراء وانصارا واصھارا۔‘‘

(اخرجہ الطبرانی فی الکبیر(17/140) برقم: (349) والحاکم فی المستدرک ، فی ذکر عویم بن ساعدۃ(3/732)برقم:(6656)

ترجمہ:’’بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایااورمیرے لیے میرے صحابہ کومنتخب فرمایا، ان میں میرے لیے وزیر، مددگار اور رشتہ دار بنائے۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے متعلق احادیث مبارکہ کے ایک بڑے امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے ایک قول میں ایک لاکھ چودہ ہزار (114000)اوردوسرے قول کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار(124000)ذکرکی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے شمارخوبیوں اورصلاحیتوں کے حامل تھے۔ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆....ایمان واطاعت میں صحیح اورراسخ العقیدہ مسلمان تھے۔

☆....ایثار کے پیکر، مالی وجانی ایثار و قربانی کے لیے ہروقت تیاررہتے تھے۔

☆....اتحادوتعاون، باہمی اخلاص اور پیارومحبت کا بہترین نمونہ تھے۔

☆....اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد ویقین کرنے والے اور اس کے فضل واحسان کے طلب گار تھے۔

☆....عبادت وریاضت اور اعمال و اوصاف میں ثابت قدم رہنے والے تھے۔

☆....شخصی وجاہت، قوت ارادی، سخاوت وفیاضی اورعدل وانصاف جیسی خوبیوں کا مرقع تھے۔

☆☆ ............... ☆☆

## تنظیم اہلسنت کے دورۂ تحقیق المسائل میں حاضری

تنظیم اہلسنت کے بانی سردار احمد خان پتافیؒ تھے۔ جولنڈی پتافی جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے اور اپنے قبیلہ پتافی کے سربراہ تھے۔خاندانی روایات کے مطابق اسکول کی تعلیم حاصل کی اوراپنے علاقہ میں کئی ایک اسکول قائم کئے۔اس زمانہ میں قادیانی اورآریہ سماجی ہندو مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکا ڈال رہے تھے تو آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلویؒ، امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مشورہ سے ’’تحریک تنظیم اہلسنت‘‘ کی ۱۲ردسمبر ۱۹۴۳ءکو بنیاد رکھی۔تحریک کے آغاز سے پہلے آپ نے مذکورہ بالا علمائے کرام کے علاوہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ اور دیگر علماء کرام سے بھی مشاورت کی۔ تنظیم کا صدر سردار محمد خان لغاریؒ، جنرل سیکریٹری سردار احمد خان پتافیؒ اور مولانا سیّد نورالحسن شاہ بخاریؒ ادارہ کے مہتمم قرار پائے۔آگے چل کر ملک کے نامور خطباء مولانا علامہ دوست محمد قریشیؒ، علامہ عبدالستار تونسویؒ، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہؒ، مولانا عبدالعزیز بھٹیؒ، مولانا قاری عبدالکریم شاہؒ سمیت کئی ایک نامور خطباء نے تنظیم اہلسنت کے پلیٹ فارم سے دعوت وتبلیغ، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، ناموس رسالت، ناموس اصحاب واہلبیتِ رسول کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔مناظر اعظم حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ نے دعوت وتبلیغ کے علاوہ تدریس کے ذریعہ رجال کار پیدا کئے۔مولانا حق نواز جھنگویؒ جیسی شخصیات نے آپ سے ہی تربیت حاصل کی اور ناموس صحابہ کرامؓ کے عنوان پر جان تک قربان کردی۔ایک عرصہ تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور تنظیم اہلسنت مشترکہ کورس کراتے رہے۔جب مجلس کا کورس چناب نگر چلا گیا اور حضرت تونسویؒ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے تو تحریک تنظیم اہلسنت نے اپنا دفتر گرا کر تین منزلہ قائم کیا۔اس وقت تنظیم اہلسنت کی قیادت حضرت تونسویؒ کے فرزندانِ گرامی مولانا عبدالغفار تونسوی اور مولانا عمر فاروق تونسوی کے ہاتھوں میں ہے۔ مؤخرالذکر کے حکم پر راقم نے ۲ر مارچ، مولانا وسیم اسلم نے ۳اور ۴ر مارچ اور راقم نے ۵ اور ۶ر مارچ عقیدۂ ختم نبوت رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام، مرزا قادیانی کے کردار وکریکٹر پر لیکچر دیئے۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

# مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

## حیات وخدمات کا مختصر جائزہ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مشرقی پنجاب کے مشہور علاقہ جالندھر کے مردم خیز قصبہ نکودر کے ایک قصبہ ’’رائے پور ارائیاں‘‘ میں ۱۸۹۶ء میں حاجی محمد ابراہیم کے گھر آنکھ کھولی۔ آپ کا سلسلۂ نسب حجاج بن یوسف کے کمانڈر سلیم الراعی سے جاملتا ہے، جو ایران اور بلوچستان کی بغاوتیں فرو کرنے پر مامور تھے۔ ان کی اولاد کو راعی کہا جاتا ہے، جو راعی سے تبدیل ہوکر رائیں، ارائیں بنا، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔

جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو قریبی علاقہ ’’رائے پور گجراں‘‘ کے مدرسہ جس کے بانی ابو حنیفۂ دوراں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد رشید، قطب الارشاد شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے مسترشدین میں سے مولانا حافظ محمد صالحؒ اور مہتمم مولانا فضل رائے پوریؒ، صدر مدرس مولانا مفتی فقیر اللہؒ (بانی جامعہ رشیدیہ ساہیوال) جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے شاگرد رشید تھے، اس میں پانچ سال تک زیر تعلیم رہے۔ آپ نے مدرسہ رشیدیہ کے علاوہ لدھیانہ کے بعض مدارس میں بھی تعلیم حاصل کی۔ علم ادب، منطق، فلسفہ، حدیث وتفسیر کی بعض کتب خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے پڑھیں، جو منڈی صادق گنج بہاولنگر میں غزنویوں کے مدرسہ میں استاذ تھے، جبکہ دورۂ حدیث شریف ازہر الہند دار العلوم دیوبند سے کیا۔ جہاں آپ نے امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مفتی اعظم مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت اقدس میاں سید اصغر حسین شاہؒ، حضرت مولانا رسول خانؒ جیسے اجل علماء کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد استاذ محترم امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت میرا خاندان اہلحدیث ہے۔ خطرہ ہے کہ گھر جاکر مقلد وغیر مقلد کے مسائل میں الجھ کر نہ رہ جاؤں؟ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا:

’’مولوی صاحب! اہلسنت اور اہلحدیث کے مسائل تو ہمارے گھر کے مسائل ہیں تمہارے پنجاب میں جھوٹی نبوت، کذاب نبی، دجال امت اور خطرناک پارٹی پیدا ہوچکی ہے۔ یہ پارٹی کافرانہ عقائد کی حامل ہے۔ مولوی صاحب! اس فتنہ کا مقابلہ کرو اور مسلمانوں کے باہمی اختلافی مسائل سے بچتے رہو۔‘‘

### مولانا جالندھریؒ عوامی خطیب:

مولانا خطابت میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی خطابت کا پنجابی ترجمہ تھے۔ آپ کی تقاریر سادگی اور پُرکاری کا حسین امتزاج تھیں بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی تقریروں نے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو پختگی بخشی، قادیانی علم کلام ان کے سامنے لاجواب تھا، دیگر دینی مسائل اور گفتگو پر مکمل دسترس حاصل تھی۔

### مجلسِ احرار میں شمولیت:

قیامِ پاکستان سے پہلے جب مجلس احرار اسلام کا طوطی بولتا تھا۔ حکیم عبدالغنی مرحوم مجلس

مولانا خطابت میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی خطابت کا پنجابی ترجمہ تھے۔ آپ کی تقاریر سادگی اور پُرکاری کا حسین امتزاج تھیں، بالخصوص عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی تقریروں نے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان کو پختگی بخشی، قادیانی علمِ کلام ان کے سامنے لاجواب تھا

احرار جالندھر کے صدر تھے، انہوں نے اپنے قصبہ ''ڈھوکڑی'' میں احرار کانفرنس رکھی۔ جس میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے ساتھ آپ بھی مدعو تھے۔ اور راہنماؤں کی تقاریر سے بے حد متاثر ہوئے اور احرار میں شامل ہوگئے۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو انگریزوں نے جبری بھرتی شروع کی تو مجلس احرار نے اس کے خلاف تحریک شروع کی۔ مولانا جالندھریؒ نے بھی بے باکی کے ساتھ جبری بھرتی کے خلاف تقاریر شروع کیں، گرفتار ہوئے، کیس چلا، آپ نے کوئی وکیل نہ کیا اور مختصر بیان پر اکتفا کیا کہ مجھے اس حکومت وعدالت سے انصاف کی توقع نہیں۔

یہ آپ کی پہلی گرفتاری تھی، آپ نے یہ سزا زیادہ تر امرتسر جیل میں کاٹی۔ رہائی کے بعد جالندھر میں تنظیم جماعت، تردید مرزائیت، اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں مصروف ہوگئے۔ ۱۹۴۱ء میں ایک جلسہ میں شرکت کے لئے ملتان تشریف لے آئے۔

## ملتان میں آمد اور مستقل تعلق:

۱۹۴۱ء میں جلسہ میں ملتان میں شرکت کی، ملک عبدالغفور انوریؒ کے والد محترم ملک برخوردارؒ اور مشہور احرار ورکر حافظ محمد یارؒ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ سے جیل میں ملے اور کہا کہ مولانا جالندھریؒ کو مستقل ملتان میں رہائش کا حکم دیں۔ انہوں نے حضرت رائے پوریؒ سے درخواست کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت والا کی اجازت سے جامع مسجد سراجاں چوک حسین آگاہی ملتان کو اپنا ہیڈ کوارٹر قرار دیا اور جمعۃ المبارک کا خطبہ شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حسین آگاہی کی یہ مسجد مرکزیت اختیار کر گئی۔ آپ تبلیغی پروگراموں کے سلسلہ میں جہاں بھی ہوتے جمعہ کو جامع مسجد سراجاں میں تشریف لاتے۔

آپ نے کم وبیش سولہ سال تدریس کرنے کے بعد دعوت وتبلیغ کو اپنا میدان قرار دیا۔ قریہ، قریہ بستی، بستی، شہر، شہر پھرے اور پورے برصغیر میں قادیانیت کا ناطقہ بند کردیا۔

## تحریک کپور تھلہ:

تحریک مدح صحابہ کرامؓ لکھنؤ، تحریک سول نافرمانی سمیت مجلس احرار کی تمام تحریکوں میں پروانہ وار حصہ لیا۔ گرفتاریاں ہوئیں۔ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ان کے راستہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔

تحریک پاکستان میں مجلس احرار بوجوہ شامل نہ ہوسکی۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے زمانہ میں تحریک پاکستان زوروں پر تھی۔ مجلس احرار کامیاب نہ ہوسکی اور پاکستان منصۂ شہود پر نمودار ہوا۔ قادیانیوں کے راستہ میں اگر کوئی جماعت رکاوٹ تھی تو مجلس احرار تھی۔ قادیانیوں کو ہتھیاروں کو ہتھیار مل گیا کہ احرار غدار وملک دشمن ہیں۔

## مجلس تحفظ ختم نبوت:

قادیانی پورے ملک میں منہ زور گھوڑے کی طرح دولتیاں مارنے لگے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے مدمقابل تو کوئی ادارہ نہیں تو بزرگان احرار سر جوڑ کر بیٹھے اور طے کیا اصل تو کام ہے نام نہیں۔ نیز مجلس احرار اسلام پر پابندی لگادی گئی تو مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے ایک غیر سیاسی پلیٹ فارم تشکیل دیا۔ قیام پاکستان کے معاً بعد اگرچہ مجلس کی تشکیل ہوچکی تھی امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صدر، مولانا محمد علی جالندھریؒ ناظم اعلیٰ بنادیئے گئے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار کے ساتھ اشتراک عمل رہا۔ تحریک ختم نبوت کے بعد راہنمایانِ احرار کا ملتان میں شاہ جیؒ کے مکان پر اجلاس ہوا، جس میں شاہ جیؒ نے اس موقف کا اعادہ فرمایا کہ ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' ایک غیر سیاسی پلیٹ فارم ہوگا جس کا الیکشنی سیاست کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا اور نہ ہی فرقہ واریت سے تاکہ تمام سیاسی جماعتیں اور مذہبی فرقے اس کے پلیٹ فارم سے قادیانیت کا بھرپور تعاقب کرسکیں۔

طے ہوا کہ اس فیصلہ کی توثیق کے لئے ۴،۵ ستمبر ۱۹۵۴ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اجلاس ہوگا، جس میں فیصلہ کی توثیق کی جائے گی۔ چنانچہ راہنمایانِ احرار کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل حضرات شریک ہوئے: مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا عبدالرحیم میانویؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، سائیں محمد حیات پسروریؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، مولانا قاضی عبداللطیف اخترؒ شجاع آبادی، مولانا غلام محمد علی پوریؒ، مولانا خلیل الرحمٰنؒ، مولانا مجاہد الحسینیؒ فیصل آباد و دیگر نے شرکت کی، جس میں باضابطہ شاہ جیؒ امیر اور مولانا محمد علی جالندھریؒ ناظم اعلیٰ مقرر کئے گئے۔ آپ نے ہی شاہ جیؒ، مولانا ہزارویؒ سے مل کر

تحریک ۱۹۵۳ء کا آغاز کیا، گرفتار ہوئے۔ ایام اسیری خندہ پیشانی سے گزارے۔ رہائی ہوئی، انکوائری کمیشن جو جسٹس منیر احمد، جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل تھا۔ انکوائری کے دوران آپ نے مجلس عمل کا موقف تحریری طور پر پیش کیا، جو کئی ایک کتابوں میں چھپ چکا ہے۔

شاہ جیؒ جب تک حیات رہے۔ شاہ جیؒ امیر، مولانا جالندھریؒ ناظم اعلیٰ، شاہ جیؒ کے بعد مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ امیر اور مولانا جالندھریؒ ناظم اعلیٰ رہے۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد آپ کی تمام تر کوشش کے باوجود کہ حضرت بنوریؒ یا حضرت علامہ افغانیؒ مجلس کی قیادت سنبھال لیں جب مذکورہ بالا حضرات نہ مانے تو آپ مجلس کے مرکزی امیر بنائے گئے۔ آپ مجلس کا دماغ تھے۔ آپ ہر وقت قادیانیت کی ملک دشمنی اور اسلام دشمنی کے خلاف نئے نئے منصوبے بناتے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جب مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ ایم این اے منتخب ہوئے تو چنیوٹ کانفرنس میں آپ نے خود مولانا مفتی محمودؒ کا اعلان کیا اور ان سے فرمایا کہ آپ قومی اسمبلی میں ترجیحاً ختم نبوت کو لیں گے اور یہ کہہ کر گویا آپ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گئے اور ۲۱/ اپریل ۱۹۷۱ء کو رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے آج بھی آپ کی قبر مبارک جامعہ خیر المدارس کے مقبرہ الخیر میں زیارت عوام وخواص ہے۔

☆☆ ............... ☆☆

# تحفظ ختم نبوت سیمینار

مورخہ 16 اپریل 2025ء بروز بدھ شعبہ علوم اسلامیہ غازی یونیورسٹی ڈیرہ غازی خان میں وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر اشفاق احمد کی زیر سرپرستی اور شعبہ علوم اسلامیہ و عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اشتراک سے ڈاکٹر اشفاق احمد صدر شعبہ علوم اسلامیہ کی زیر صدارت اور پروفیسر ڈاکٹر ارشد منیر لغاری شعبہ علوم اسلامیہ کی مشاورت سے ''تحفظ ختم نبوت سیمینار'' منعقد کیا گیا۔

اس سیمینار میں شعبہ علوم اسلامیہ کے تمام ایم فل اسکالرز، دیگر طلباء و طالبات اور اساتذہ کرام شریک ہوئے۔ نظامت کے فرائض ڈاکٹر محمد ایاز اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ نے ادا کئے، پروگرام کا آغاز اللہ کے بابرکت کلام سے ہوا جس کی سعادت عبدالرحمن مدنی نے حاصل کی، جس کے بعد مرزا محمد علی نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔

سب سے پہلے ڈاکٹر محمد ایاز صاحب نے حاضرین کو اس سیمینار کی غرض وغایت سے آگاہ کیا کہ یہ بات ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے کہ حضور پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اس کے بعد مقررین میں سے مولانا محمد اقبال ساقی (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے عقیدہ ختم نبوت پر سیر حاصل گفتگو کی۔

اسلامی اسکالر مولانا فہد عزیز بلوچ مہتمم مدرسہ عمر بن عبدالعزیز و مدرسہ ام ہانی للبنات نے ''اسلام اور عقیدہ ختم نبوت'' کے موضوع پر گفتگو کرنی تھی لیکن انھوں نے اپنا ٹائم شاہین ختم نبوت کو دے دیا تاکہ سیر حاصل گفتگو سے شرکائے سیمینار بھر پور فائدہ اٹھا سکیں۔

ان کے بعد مہمان خصوصی شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ العالی مرکزی راہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ختم نبوت کے عنوان پر بڑا روح پرور خطاب کیا۔

مقررین نے طلبہ وطالبات کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے بہترین آگاہی فراہم کی اور دوران خطاب اس امر پر زور دیا کہ تحفظ ختم نبوت کے عقیدہ پر قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اجماع امت ناطق ہیں اور خاتم النبیین محمد ﷺ کو آخری پیغمبر ماننے پر ہی اسلامی شریعت کا مدار ہے، اور یہی عقیدہ مدارِ نجات ہے۔

نیز اگر یہ عقیدہ مضبوط و مستحکم نہ رہا تو نہ قرآن کریم پر اعتماد باقی رہ سکتا ہے اور نہ احادیث طیبہ کی تشریعی حیثیت برقرار رہ سکتی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے اس عقیدہ کی عظمت و اہمیت دل میں جاگزیں کرنا لازم ہے، کیونکہ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل ہرگز نہیں ہوسکتی۔ ڈاکٹر اشفاق احمد صاحب نے اپنے بیان میں عقیدہ ختم نبوت پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے مہمانان گرامی کا خصوصی شکریہ ادا کیا۔

سیمینار کے اختتام پر شعبہ علومِ اسلامیہ، جامعہ غازی سے ایم فل علومِ اسلامیہ کی ڈگری مکمل کرنے والے اسکالرز کو تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں یادگاری پیغام دیا گیا، اور معزز مہمانان کے ہاتھوں تمام اسکالرز کو یادگاری شیلڈز بھی دی گئیں۔

# مولانا حاجی مطیع الرحمٰن درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حافظ القرآن والحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے دو نکاح کئے۔ پہلی اہلیہ محترمہ کے بطن سے حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی (بانی جامعہ انوارالقرآن کراچی) حاجی مطیع الرحمٰنؒ اور شیخ الحدیث مولانا شفیق الرحمٰن درخواستیؒ کی والدہ محترمہ، ہمارے مولانا عبدالحمید بہلویؒ کی اہلیہ محترمہ اور مولانا عبدالواحد کی اہلیہ محترمہ پیدا ہوئیں۔ مولانا حاجی مطیع الرحمٰن درخواستیؒ ۳/جنوری ۱۹۴۱ء کو پیدا ہوئے۔ بسم اللہ اپنے والد محترم حضرت درخواستیؒ سے کی اور جب ہوش سنبھالا تو حضرت درخواستیؒ کے قائم کردہ جامعہ مخزن العلوم خان پور میں تعلیم کا آغاز کیا۔ کریما، نام حق، بخاری شریف تک جامعہ مخزن العلوم سے پڑھیں۔ اس وقت مخزن العلوم کا طوطی بولتا تھا، حضرت درخواستیؒ بڑی آب و تاب سے فیوض و برکات عام کررہے تھے۔ حضرت درخواستی کے علاوہ مولانا واحد بخشؒ جیسے اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے، علوم نبویہ کی تحصیل کے بعد جامعہ میں والد محترم کا ہاتھ بٹاتے ہوئے دفتری نظام سے منسلک ہو گئے، نیز چالیس سال تک نائب مہتمم رہے۔ آپ نے اپنی جوانی جامعہ کی آبیاری اور نظم میں گزاردی۔ آپ بلاشبہ ہمدرد قوم تھے۔ ہزاروں ستم رسیدہ لوگ آتے، آپ ان کے تھانہ کچہری کے کاموں میں ان کی امداد کرتے۔

آپ نے ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں ضلع رحیم یار خان میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ہتھکڑی اور بیڑیاں ان کے راستہ کی رکاوٹ نہ بن سکیں۔ چونکہ والد محترم حضرت درخواستیؒ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی امیر تھے، اکثر جماعتی دوروں پر سفر میں رہتے تو مخزن کا نظم و انتظام اور مقامی جمعیت کے مسائل کو سنبھالتے۔ راقم ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۰ء تک ان کے ضلع رحیم یار خان میں مبلغ رہا تو ان کے ہاں حاضری اور جماعتی مسائل میں ان کی سرپرستی حاصل رہی۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں حضرت درخواستیؒ جمعیت کے پلیٹ فارم اور کھجور کے نشان پر الیکشن میں حصہ لے رہے تھے۔ انتخابی مہم کی نگرانی و انتظام آپ کے ذمہ رہا۔ ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں خان پور کی تحصیل سے حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ علاقہ بھر میں انتخابی مہم میں آپ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اگرچہ وہ دھاندلی کی نذر ہوگئے اور حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ قومی اسمبلی میں پاکستان قومی اتحاد کے دوسرے امیدواروں کی طرح ہرادیئے گئے۔ پاکستان قومی اتحاد جس کی صدارت مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ فرما رہے تھے اور قومی اتحاد میں نو جماعتیں شامل تھیں، قومی اتحاد کی قیادت نے صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن کا بائیکاٹ کردیا اور تحریک شروع کردی، آگے چل کر اس تحریک نے تحریک نظامِ مصطفیٰ کا نام اختیار کرلیا۔ حاجی صاحبؒ کا اس میں بنیادی کردار رہا۔ آپ اپنے والد محترم کی زندگی میں اور ان کے بعد بھی جامعہ کے نائب مہتمم رہے اور یہ سلسلہ ان کی وفات ۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ، ۲۶/ جنوری ۲۰۲۲ء تک جاری رہا۔ ۲۲/ جمادی الثانی ہی خلیفۃ الرسول بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یوم وفات ہے۔ اسی دن بلاوا آگیا اور آپ اس دارِ فانی سے رحلت فرماگئے۔ نماز جنازہ کی امامت دین پور شریف کے سجادہ نشین حضرت اقدس میاں مسعود احمد دین پوری دامت برکاتہم نے کرائی اور انہیں دین پور شریف کے مخصوص قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔ راقم ۲۶/ فروری کو دین پور شریف حضرت سائیں کی خدمت میں حاضر ہوا، درخواستی خاندان کے چشم و چراغ مولانا انیس الرحمٰن سلمہ اس سال چناب نگر کورس کرکے تشریف لائے تھے، ان کی دعوت پر حضرت مولانا حاجی مطیع الرحمٰن درخواستیؒ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ عبداللہ درخواستی میں حاضری دی۔ حاجی صاحب کے فرزندار جمند اور جانشین مولانا عبیدالرحمٰن درخواستی اور دوسرے حضرات سے ملاقات ہوئی اور یہ چند سطور ان کی معلومات کے مطابق تحریر کردیں۔

مجموعۂ کتب

# حیات انبیاء علیہم السلام

صفحات: تقریباً ۱۰۰۰۰۔ جلدیں: ۱۷۔ کل تعداد مشمولہ کتب: ۱۲۲

کل تعداد مصنفین: ایک سو کے لگ بھگ مشاہیر کے رشحات قلم، کمپوزنگ عمدہ، طباعت معیاری، کاغذ، پیکجز تعلیم، گلیز و سفید سائز ۲۳×۳۶×۱۶ جلد بیروتی طرز، لیمینیشن، پشتہ باجوڑ، طباعت و اشاعت کی تمام خوبیوں کا مرقع، دلآویز، دلربا، دلنشین آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، نظر پڑتے ہی دل موہ لینے والا مجموعہ کتب۔

پون صدی سے جس خزانہ تک رسائی مشکل تھی اب اتنی آسان کہ سبحان اللہ، معلومات کا بحر ذخّار، جس کا مدتوں سے انتظار تھا وہ لمحہ سعادت آن پہنچا، ہزاروں خوشیوں کا سامان کہ منتشر خزانہ یکجا ہو گیا۔

عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گلدستہ دیکھنے میں خوشنما، سیٹ رکھنے اٹھانے میں خیر الامور اوسطہا کا مصداق، سیٹ گتہ پیک۔ رعایتی قیمت سیٹ: ساڑھے سات ہزار (۷۵۰۰ روپے) فقط۔ گویا لاگت، اس سے سستا و رعایتی اتنا بڑا کوئی اور سیٹ کہیں سے دستیاب ہونا مشکل بلکہ ناممکن، تجربہ شرط۔

مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ
حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

رابطہ کے لیے
جناب عزیز الرحمن رحمانی 03338827001
مولانا عتیق الرحمن سیف 03447121967